سرگذشت وزیر خان لنکران

مترجمہ

مرزا جعفر قراجہ داغی

مع

مقدمہ و ترجمہ اردو و فرہنگ محاورات و لغات جدیدہ

از

مولانا محمد عبد القوی - فانی - ایم - اے

سابق پروفیسر گورنمنٹ مارس کالج ناگپور و حال جامعۂ "لکھنؤ"

باہتمام

محمد عبد الباقی مدیر مطبع

در مطبع اصح المطابع آسی پریس شہر لکھنؤ چاپ شد

سرگذشت

وزیرِ خانِ لنکران

ایران کا ایک مشہور ڈراما۔ فارسی جدید کا ایک اعلیٰ نمونہ

مع

مقدمہ و ترجمۂ اردو و فرہنگ محاورات و لغاتِ جدیدہ

از

مولانا محمد عبد القوی۔ فانی۔ ایم۔ اے

عنوان

خاکسار اپنی اس ناچیز کوشش کو مکرمی و محترمی جناب ڈاکٹر محمد عبدالرحمٰن صاحب ایم۔اے۔پی۔ایچ۔ڈی پروفیسر جامعۂ لکھنؤ کے نام نامی پر معنون کرتا ہے۔ آپ کی ذات ستودہ صفات کسی تعارف کی محتاج نہیں ہے علوم مشرقیہ مین جو شغف آپ کو ہے وہ فی زماننا جدید تعلیم یافتہ طبقہ مین کم نظر آتا ہے۔

یہ جامعۂ لکھنؤ کی خوش قسمتی ہے کہ آپ ایسے ادیب کامل اور فاضل اجل کی خدمات سے بہرہ ور ہے۔ طلاب اور معلمین دونون مین آپ کو غیر معمولی ہر دلعزیزی حاصل ہے اور آپ کے حسن اخلاق کا ہر شخص گرویدہ ہے۔

امید ہے کہ یہ کم مایہ ہدیہ شرف قبولیت حاصل کریگا۔

خاکسار محمد عبدالقوی۔ فانی

جامعۂ لکھنؤ

یکم فروری ۱۹۲۵ء

گذارش

ایران کی مروجہ زبان، فارسی کے درسیات متداولہ سے جنکا شمار اب قدیم فارسی یعنی کلاسکس (classics) مین کیا جاتا ہے بہت مختلف ہے۔ اقوام عالم کے میل جول اور مغربی تمدن کے اثر سے گذشتہ دو صدیون مین ایران کی زبان مین بڑی تبدیلی ہو چکی ہے۔

علاوہ اختلاف تلفظ کے سیکڑون جدید لفظ اور محاورے جو جدید تمدن اور مغربی علوم وفنون کا فطری نتیجہ ہین مروّج ہوگئے ہین جنکا سمجھنا دشواری سے خالی نہین ہے۔ لہذا ضرورت اس امر کی تھی کہ قدیم فارسی کے ساتھ ہی ساتھ جدید فارسی کی تعلیم کے لئے بھی انتظام ہوتا اور وہ زبان جو روزمرہ ایران مین بولی جاتی ہے اس سے بیگانگی باقی نہ رہتی کیونکہ فارسی اب بھی مشرق ادنیٰ اور وسط ایشیا کی عام مشترکہ زبان (لنگوا فرینکا) ہونے کا دعویٰ رکھتی ہے۔

چنانچہ اس کمی کو پورا کرنے کے لیے ایرانی ڈرامون کا جو جدید سلسلہ شایع ہوا ہے اس مین سے سرگذشتِ وزیر خانِ لنکران کا انتخاب کیا گیا اور جامعہ (یونی ورسٹی) لکھنؤ نے اس کو اپنے مجوزہ فارسی نصاب مین داخل کر لیا۔

اسکی سب سے بڑی خصوصیت یہ ہے کہ روزمرہ کی گفتگو مین جو فرق عموماً ایک پڑھے لکھے اور جاہل، شائستہ اور غیر شائستہ، ادنیٰ اور اعلیٰ، پیشہ ور اور غیر پیشہ ور مین

معاشرتی مراتب کے لحاظ سے ہوا کرتا ہے وہ اسمین صاف نظر آتا ہے اور ایران کی
ایک عام زندگی کی اجمالی صورت کا ایک خاکہ سا پیش نظر ہو جاتا ہے۔

چونکہ ہندوستان مین جدید فارسی سے لوگ چندان آشنا نہین ہین لہذا
طالب علمون اور جدید فارسی کے قدردانون کی مشکلات کا اندازہ کرتے ہوئے اصل
فارسی کا بالمقابل سلیس اُردو مین ترجمہ کر دیا گیا ہے اور آخر مین جدید الفاظ و
محاورات کی ایک فرہنگ بھی مع معانی کے لگا دیگئی ہے۔

علاوہ اس کے ایک مختصر دیباچہ ڈرامہ کے متعلق لکھدیا گیا ہے تاکہ اِس
فن سے مغایرت نہ باقی رہے۔

امید کہ یہ کتاب جدید فارسی کے شائقین کے لیے بہت دلچسپ اور مفید ہوگی

محمد عبد القوی فانی

ڈراما

ڈراما کے لغوی معنی "عمل" کے ہین۔ لفظ ڈرامہ یونانی زبان کے ایک ایسے لفظ سے مشتق ہی جسکے معنی "کرنا" ہین۔ اس لفظ کا اطلاق فن ادب کی ان تصانیف و تالیفات پر ہوتا ہی جنمین کوئی ایسا فسانہ یا واقعہ قلمبند کیا گیا ہو کہ اگر افراد فسانہ یا واقعہ کے بجائے اصلی اشخاص عملاً وہی کام کرکے دکھائین اور وہی نقل و حرکت لب و لہجہ اور لباس وغیرہ اختیار کرین جو افراد قصہ سے متعلق ہین تو فسانہ یا واقعہ کے جملہ مناظر ہو بہو آنکھون کے سامنے پھر جائین۔ ڈرامہ کی کئی قسمین ہین اور ان قسمون مین بھی باہمی تفریق ہی۔ افراد مجلس کے جداگانہ ہونیکے علاوہ طرز ادا بھی مختلف ہوتا ہی۔ مگر ان سب مین وہ خصوصیات عمل و طریق موجود ہوتی ہین جو ڈرامہ کا دائرۂ امتیاز ہین یعنی افعال اصلی کی ہو بہو نقل۔

بالفاظ دیگر مختصراً یون سمجھنا چاہیئے کہ بذریعۂ تحریر یا تقریر معاشرت انسانی کی مختلف کیفیتین ایسے طرز ادا سے دکھانا جس سے واقعات کی تفصیل اور افراد قصہ کی پوری حالت کا نقشہ لوگون کے سامنے کھنچ جاے فن ڈرامہ کہلاتا ہی۔ اس فن کو عربی اور فارسی مین تمثیل، تقلید، یا فن شبیہ اور سنسکرت مین ناٹک کہتے ہین۔

جو لوگ ڈراما دکھاتے ہین انکو انگریزی مین ایکٹر، عربی مین مُمَثِّل، مُقَلِّد، فارسی مین شبیہ یا تقلیدچی، اور سنسکرت مین نٹ، کہتے ہین۔

جس مقام پر ڈراما دکھایا جاتا ہی اُسکو انگریزی مین اسٹیج، عربی مین مَرسَح، مَصْطَبہ، فارسی مین مصطبۂ تمثیل، (سکو) (سکی) اور سنسکرت مین رنگ بھوم یا رنگ شالا کہتے ہین۔

ڈرامہ کا انتظام جس شخص کے سپرد ہوتا ہی وہ انگریزی مین اسٹیج منیجر یا ڈائرکٹر، عربی مین مُدیر المصطبہ فارسی مین اُستاد، اور سنسکرت مین سوتر دھار کہلاتا ہی۔

ڈرامہ کے جس حصہ کو انگریزی مین ایکٹ کہتے ہین اُسکو عربی اور فارسی مین مجلس اور سنسکرت مین انک کہتے ہین۔

جو عمارت ڈرامہ کے لیے مخصوص ہوتی ہی اُسکو انگریزی مین تھیٹر عربی مین ملہیٰ، تیاترو، فارسی مین تیاتر، تماشہ خانہ اور سنسکرت مین ناٹیہ بھَوَن کہتے ہین۔

ڈراما کا مقصد ڈراما کو اسٹیج پر دکھانے کا مقصد یہ ہی کہ تفریح اور ہنسی کھیل کے پردہ مین لوگون کو ہدایت و تبلیغ کیجائے اور جن جذبات کا اظہار مدنظر ہو انکو تماشائیون کے دلپر نقش کردیا جائے۔ فارسی ڈراما نویسی کے باوا آدم قاپودان مرزا فتح علی اخوند زادہ ہین جنہون نے ترکی مین سب سے پہلے جدید طرز کے ڈرامے تصنیف کرکے کتابی صورت مین بنام تمثیلات قاپودان مرزا فتح علی آخوند زادہ

شائع کئے، اپنی تمہید مین ڈرامہ کے مقصد کو اس طرح بیان کیا ہی جسکا فارسی ترجمہ حسب ذیل ہی :-

"در طبیعت انسان دو خاصیت عمدہ نہادہ شدہ، یکے غم و دیگرے فرح۔ گریہ علامت غم و خندہ نمونۂ فرح است ۔ گاہی وقوع مصائب و صدور مفرحات، و گاہی تقریر و تحریر آنہا این دو حالت را در مزاج انسان ظاہر میکند۔ در صورت تقریر و تحریر عمدہ موثر برائے غم و فرح و گریہ و خندہ وضع حکایت است۔ اکثر اوقات از مصائبی کہ بوضع نامرغوب مذکور شدہ است آدم متاثر نمی شود۔ لیکن ہمان مصیبت را بوضع پسندیدہ علیحدہ کہ نقل نمایند کما ینبغی تاثیر می بخشد۔

فائدہ نقل مصیبت و بہجت بیان کردن اخلاق و خواص بنی نوع بشر است کہ مستمع بجو بہائے آن خوشحال و عامل واز بدہای آن متاذی و غافل گردد۔ و ہم نفس امارہ از اشتغال این قسم حکایت متلذذ شدہ بجلب سرور معاصی و مناہی میل نکند"

آن تمثیلات کو **مرزا جعفر قراجہ داغی** نے سلیس فارسی روزمرہ مین ترجمہ کرکے شائع کیا۔ مترجم مذکور ڈرامہ کے فوائد کو حسب ذیل الفاظ مین بیان فرماتے ہین :-

"حکمائے عصر متفق و معتقد شدہ اند برائنکہ عیوب و قبائح را چنانکہ تمسخر از طبیعت انسان بیرون می برد ہیچ قسم نصیحت و پندے نمیتواند برد۔ و ہمچنانکہ استہزا ایشان را بر آن میدارد کہ ترک اعمال قبیحہ نمایند ہیچ گونہ موعظہ و پندی این طور موثر نمی افتد۔ بنا بر آن اشتہار و انتشار علم تیاتر (تھیٹر) را کہ مستجمع افعال قبیحہ و مستحسنہ بنی نوع انسان است لازم دانستہ امثال اتفاقیہ و حادثات واقعہ را کماہی بے میل و غرض تالیف کردہ دقائق مطالب تہذیب اخلاق را خواہ بخواندن و نقل کردن و خواہ بدرس دادن و تشبیہ نمودن بر دم وا نمو میکنند تا بکردارہائے خوب راغب و از کارہائے زشت بپرہیزند"

ڈراما کی ابتدا مندرجۂ بالا اقتباسات سے معلوم ہو گیا کہ ڈرامہ کے مقاصد دو ہوتے ہین۔ اول **تہذیب اخلاق** جسکا تعلق مذہب سے ہی۔ دوم **لہو و لعب** جسکا تعلق **تفنن طبع** سے ہی۔ دنیا کی کوئی قوم ایسی نہین ہی جو کوئی مذہب نہ رکھتی ہو یا جسکے کچھ نہ کچھ عقائد نہون اور شاذ و نادر ہی کوئی ایسا شخص ہو گا جسکا میلان طبیعت قدرتاً لہو و لعب کی طرف نہو۔ اس خیال سے اگر دیکھا جائے تو دنیا کی قریب قریب ہر قوم مین ڈرامہ کا وجود نظر آئیگا۔ خواہ وہ بلحاظ ارتقائے تہذیب و تمدن ابتدائی حالت مین ہو یا ترقی کی صورت مین۔

ارسطو کا قول ہی کہ نقل و تقلید کا مادہ انسان مین فطرتاً ودیعت رکھا گیا ہی اور جسقدر تفریح عامۃ الناس کو

نقل و تقلید سے حاصل ہوتی ہی اسقدر کسی اور فعل و عمل سے حاصل نہین ہوتی۔ ہر قسم کا لباس اور سامان آسائش و زیبائش نہایت سہولت سے ہر وقت میسر آسکتا ہی اور جب انسان کی طبیعت اُمنگ پر ہوتی ہی تو گانے سے گلا اور ناچنے سے پاؤن باز نہین رہتے۔ پھر اسکے ساتھ اگر حسب ضرورت ساز بھی ہو تو سونے پر سُہاگہ کا کام دیتا ہی۔ اور خوشی کی تقاریب مین تو انسان خواہ متمدن ہو یا وحشی باجہ یا ڈھول بجا کر ناچ کود ہی لیتا ہی۔

مگر جسقدر عالمگیر اثر انسان پر مذہب کا ہوتا ہی اُسقدر اور کسی چیز کا نہین ہوتا۔

مذہب کے پردہ مین صفحۂ دنیا پر بڑے بڑے سیاسی انقلابات رونما ہو چکے ہین اور ہوتے رہینگے۔ گو فی زماننا سیاسیات کی بے نقاب واقعات عالم کی پردہ پوش ہی اور مادیت کا بول بالا ہی ورنہ مشرق ہو یا مغرب ہر شخص کا اوڑھنا بچھونا مذہب ہی تھا۔ اور مشرق مین تو ابتک چلنے پھرنے، مرنے جینے، کھانے پینے، غرض ہر چیز پر مذہب کا اثر غالب ہی بلکہ مرنے کے بعد بھی سالہا سال تک مذہبی رسوم انسان کا پیچھا نہین چھوڑتے۔

مغرب پر جہان فن ڈراما کو فنون لطیفہ مین اعلی جگہ دیگئی ہی اگر نظر ڈالی جائے تو وہان بھی ڈرامہ کی ابتدا مذہبی رنگ مین نظر آئے گی۔

یورپ مین یونانی ڈرامہ کو شرف اولیت حاصل ہی مگر وہ بھی مشرق کا رہین منت ہی اسلیے کہ جب اہل یونان وحشی حالت مین تھے انکی ہمسایہ فینقی (Phenicie) قوم جو بحیرہ روم کے ایشیائی ساحل پر اناطولیہ کے جنوب مین آباد تھی اور جسکے تمدن و اقبال کے ترانے ملک شام کے بلاد صیدا Sidon وصور (Syre) ابتک گا رہے ہین ۱۶۰۰ سال قبل میلاد مسیح شائستگی اور تمدن مین اسقدر ترقی کر چکی تھی کہ اسکے تجارتی جہاز بحر اسود اور برطانیہ کے سواحل کی خبر لاتے تھے۔ کارتھیج جسکے معنی نئے شہر کے ہین فنیقیون ہی کی ایک نو آبادی تھی جو بحر روم کے افریقی ساحل پر ایک نہایت با اقتدار سلطنت تھی۔ ہنیبال یہین کا ایک مشہور جنرل تھا جسنے کوہ ایلپس کی بلند برفستانی چوٹیون کو اُندلس (اسپین) کی جانب سے عبور کر کے سلطنت روما کو تہ و بالا کر ڈالا تھا۔ اسی قوم کا اثر یونانیون پر پڑا تھا۔

فنیقی قوم علاوہ درختون اور پتھرون کے اجرام سماوی کی بھی پرستار تھی۔ اُنکا سب سے بڑا معبود بعل (سورج) تھا۔ اسکو آدونیس اور بعل ملکارت بھی کہتے تھے۔ ان دونون لفظون کے معنی آقا اور خدا کے ہین۔ بعل کے بُت مختلف صورتون کے بنتے تھے۔ اور انکے لیے پہاڑیونکی چوٹیون پر مندر تعمیر کیے جاتے تھے۔ اسکے برابر بعلبت یعنی بعل کی بیوی (چاند) کا درجہ تھا جسکو آسمان کی ملکہ اور بہار و عشق کی دیوی سمجھا جاتا تھا۔ اسکا دوسرا نام آستارتہ (Astarte)

تھا۔ اسکا عاشق بعل تھا جسکو کوہ لبنان پر شکار کھیلتے ہوے ایک دیوتا نے رشک وحسد کی وجہ سے ہنڈلیہ کی صورت بن کر مار ڈالا تھا۔ اسلیے ہر فصل خزان مین اسکی موت کا ماتم کیا جاتا تھا۔ بعل کے مندر مین ایک تابوت اور منقش چوبی مجسمہ رکھا جاتا تھا جسکے پہلو مین زخم سے خون بہتا ہوا دکھایا جاتا تھا۔ اس مجسمہ کے پہلو مین ایک مصنوعی سور بھی ہوتا تھا۔ چند روز تک اسکے لیے گریہ وزاری کی جاتی، اسپر قربانی چڑھائی جاتی اور پھر اس مجسمہ کو دفن کر دیا جاتا تھا۔ اسکے سوگ مین عورتین اپنا سر منڈاتی، کپڑے پھاڑتی، سینہ کوٹتی، منہ نوچتی، گلیون مین دردناک فریادین کرتی پھرتی اور ہر قسم کے علامات غم کا اظہار کرکے سوگوار بنتی تھین۔ اسکے بعد موسم بہار مین اس اعتقاد کی بنا پر کہ وہ دوبارہ زندہ ہو کر اپنی محبوبہ سے آملا خوشیان مناتی، گاتی، بجاتی، ناچتی اور عیش وعشرت کے جشن کرتی تھین۔

شہر صیدا مین استارتہ کا بت ایک حسین و مہ جبین عورت کی شکل کا بنا ہوا تھا جسکے مندر کے گرد ایک مقدس جنگل تھا جسمین چند مخصوص راتون کو کل عورتین جمع ہو کر اس دیوی کے اعزاز مین خفیہ جشن مناتی تھین۔ اس جنگل کے متبرک درختون کے نیچے آگ جلائی جاتی تھی اور بعض موقعون پر جوان لڑکیون اور اور لڑکون کی اس دیوی کے لئے قربانی بھی کیجاتی تھی جو زندہ نذر آتش کر دیے جاتے تھے۔

۴

مذہبی ڈراما کی یہ ابتدائی صورت تھی جسمین کومیڈی یعنی تمثیل بہجت اور ٹریجڈی یعنی تمثیل مصیبت کے خط وخال کی جھلک صاف نظر آتی ہی جو بعد کو یونانی تمدن کے دور مین فن ڈراما کی امتیازی تقسیم دوگانہ کا سنگ بنیاد قرار پائی ہی۔ فنیقیون کے معبود، اور مذہبی رسوم وغیرہ جو آشوریون اور مصریون سے لیے گئے تھے تبدیل ہیئت کے ساتھ اپولو وغیرہ بنکر یونان مین جا داخل ہوے اور وہان بھی ڈراما کی بنیاد قائم کر دی اور پھر یہی ڈراما یونان کی تہذیب و مدنیت کے ساتھ ایطالیہ پہونچا اور وہ چیز ظہور مین آگئی جسکو رومن ڈراما کہتے ہین۔

فنیقی تمدن کی ترقی کا اس سے اندازہ ہو سکتا ہی کہ موسیو سیبولیس جو اقوام قدیمہ کی تاریخ کا ایک مشہور فرانسیسی عالم ہی اپنی کتاب تاریخ ملل قدیمہ مشرق مین لکھتا ہی کہ فنیقی اعلی درجہ کے صناع اور کاریگر تھے۔ بحر روم کے کل ممالک کی تجارت انکے ہاتھ مین تھی اور جہاز رانی مین انکا کوئی ہمسر نہ تھا آثار قدیمہ کی تاریخی تحقیقات سے ثابت ہی کہ فنیقی تمدن مصری، کلدانی، اور آشوری تمدن سے ماخوذ تھا۔ اسکے سمجھنے کے لیے گو اصل بحث سے ذرا دور ہٹ جانا پڑیگا کچھ تاریخی واقعات جاننے کی ضرورت ہے

شاہان کلدہ، فراعنۂ مصر کے ہمعصر تھے۔ مصری تہذیب ۵۰۰۰ سال قبل مسیح اپنے انتہائی عروج پر تھی۔
کلدہ موجودہ عراق عرب کو سمجھنا چاہیئے جسکے حدود کلدانی سلطنت کے زمانہ مین شام اور جزیرہ نمائے
سینا تک وسیع تھے۔ آثار قدیمہ کی جدید تحقیق بتلاتی ہے کہ کلدانی تہذیب مصر سے بھی زیادہ قدیم ہے۔
فرات کے نشیبی اطراف اور اس سے اوپر دجلہ اور فرات کے مابین اسوقت تک کلدہ کے دس شہرون کا
پتہ لگ چکا ہے بابیلو (Bu.Bilon) یعنی بابل اور نینوا (Ninive) اسی قوم کے شہر تھے
جو اپنی شان وشوکت وعظمت کے لحاظ سے دنیا بھر مین مشہور تھے۔ یہی بابل ہے جسکا سحر وجادو مشہور ہے۔
کلدانی غیب دانی اور جادوگری مین شہرت رکھتے تھے۔ جادو، نظربندی، طلسم، اور تعویذ، گنڈے
انھین کے عقائد مین سے تھے جو رفتہ رفتہ کل قومون مین پھیل گئے اور مشرق مین آج بھی رائج ہین۔

۱۷۰۰ سال قبل مسیح کلدانیون کا زوال ہوا اور اُنکے بجائے آشوری طاقت قائم ہوئی۔ کلدہ کے
شمالی جانب دجلہ کی گھاٹیون مین شمال ومشرقی پہاڑون تک جو زمین ہے وہ آشور کہلاتی تھی۔ آشوریون
کے حدود سلطنت ایک جانب ہندوستان اور دوسری جانب آرمینیہ اور بحر اسود تک پہونچتی تھین۔
سنہ ۶۷۱ قبل مسیح مین آشوریون نے مصر بھی فتح کر لیا تھا اور اُسکو ۲۰ بادشاہون مین تقسیم کر دیا تھا۔
فنیقیہ بھی سنہ [illegible] قبل مسیح آشوریون کا باجگذار ہو گیا تھا۔ آشوری، کلدانیون کے پیرو تھے۔ اُنکا تمدن
اور اُنکے کل علوم وفنون اور آداب عقائد کلدانیون سے ماخوذ تھے۔ فنیقیون نے کل علوم وفنون اور آداب
وعقائد آشوریون اور مصریون سے لیے تھے اور اُنکو اپنی ذہانت اور جودت طبع سے بہت بلند مرتبہ پر
پہونچا دیا تھا۔

چونکہ مصری اور آشوری تحریر بہت دقت طلب تھی اہل فنیقیہ نے اپنے تجارتی کاروبار کی آسانی کے لیے
ایک سادہ خط کی ضرورت محسوس کی اور اسکے لیے بائیس حروف کا انتخاب کیا جسمین ہر حرف ایک خاص آواز
کے لیے مخصوص تھا۔ اُن کا نام الف بے رکھا گیا۔ یہ حروف زیادہ تر مصری حرفون سے لیے گئے تھے۔ یہی فنیقی
الف بے ہے جسکے حروف کی شکلون مین تھوڑی بہت تبدیلی کر کے کل اقوام عالم نے اسے اختیار کر لیا ہے۔
فنیقی سیدھے ہاتھ کی جانب سے بائین ہاتھ کی طرف لکھتے تھے لیکن یونانیون نے بائین ہاتھ کی
جانب سے داہنے ہاتھ کی طرف لکھنے کی ابتدا کی۔ لاطینیون نے انکی تقلید کی اور اب کل عیسائی
قومین اسی کی پیروی کرتی ہین۔

یونان مین ہون خواہ اطالیہ مین یہ مذہبی رنگ مین ڈوبے ہوئے کھیل عموماً شادی بیاہ کی تقریبون مین ہوا کرتے تھے اور وہ ڈرامے جنکا مذہبی رنگ کسی قدر ہلکا ہوتا تھا اور جنمین شیشے کی پری بھی ناچ دکھاتی تھی عموماً اُسوقت ہوتے تھے جب فصلین کٹ چکتی تھین اور لوگ کچھ دنون کے لیے بیکار ہوجاتے تھے۔

یہی تمدن رومی جھنڈے کے ساتھ ساتھ برطانیہ اور بلاد فرنگ مین پہونچا۔ وہان بھی اسی قسم کے کھیلون کی ابتدار مذہبی تقدس کا رنگ لیے ہوئے ظہور مین آئی۔

جب رفتہ رفتہ تمام ممالک فرنگ پر مسیحی پرچم لہرانے لگا تو نتیجہ یہ ہوا کہ تمام ڈرامے لہو ولعب مین شامل کرکے پس پشت ڈال دیے گئے اور یہ فن لطیف عرصۂ دراز تک کس مپرسی کی حالت مین پڑا رہا۔ مگر چونکہ ہر کمال کو زوال اور زوال کو کمال ہوتا ہی اسلیے فن ڈرامہ نے دوبارہ جنم لیا تو کہان مسیحی خانقاہون مین۔ گویا یہان بھی اسکی قسمت مین مذہبی گھٹی ہی لکھی تھی۔ راہب اور ننین دونون ملکر مسیحی پیغمبرون اور اولیاء اللہ کی زندگی کے حالات کی تدوین بصورت ڈرامہ کرکے کھیلنے لگے اور عرصۂ دراز تک یہی حالت رہی۔

خدا خدا کرکے یورپ کو ریفارمیشن یعنی اصلاح مذہبی کے بعد مذہبی قیود سے نجات ملی۔ اور آج ڈرامہ اس درجہ پر پہونچ گیا کہ اہل فرنگ کی ضروریات زندگی کا ایک اہم جزو ہی۔

۶

میرے مضمون کا موضوع چونکہ "مشرقی ڈرامہ" ہی لہذا مینے مغربی ڈرامہ کی نشو ونما پر صرف ایک اجمالی نظر ڈالنا کافی سمجھا۔ اور وہ بھی محض یہ ثابت کرنے کے لیے کہ ڈراما اہل فرنگ کی ایجاد نہین ہی۔ بلکہ اس فن لطیف کے لیے اہل یورپ ایشیا کے رہین منت ہین۔

دوسری بات یہ ہی کہ ڈرامہ نے مذہب کی گود مین جنم لیا اور مذہب ہی وہ چیز ہی جو مشرق کا طرۂ امتیاز ہی۔ ایشیا ہی کے آغوش محبت مین مذاہب عالم کی پرورش ہوئی ہی اور ایشیا ہی کے سر مذہب ورد حانیت کا سہرا رہیگا۔ ورنہ یورپ کو مذہب سے کیا تعلق۔

اقوامِ عالم اور ڈراما

بلحاظ نسل انسانی اقوام عالم کو علماء نے چار شاخون مین تقسیم کیا ہی۔

(۱) آریہ (۲) سامی (۳) مغول (۴) حبشی۔

حبشی اقوام کا تعلق زیادہ تر افریقیہ سے ہی جسکو ہم مشرق مین شمار نہین کرسکتے۔ یہ تو ممکن نہین کہ حبشیون مین ڈرامہ کا وجود کسی نہ کسی صورت مین نہو مگر چونکہ اس کے متعلق کافی معلومات حاصل نہین ہین۔ اسلیے مین

اس کو نظر انداز کرتا ہون۔

سامی اقوام مین بھی فن ڈرامہ نے ابتدائی حالت سے آگے قدم نہین بڑھایا اور نہ اسکی ترویج و ترقی مین کچھ کوشش کی گئی۔ ان اقوام کے کتابونکی اگر ورق گردانی کیجائے تو وہان بھی اس فن لطیف کا بحیثیت فن کوئی پتہ نہین چلتا۔ اب زیر بحث صرف مغول اور آریہ رہگئے۔ چنانچہ انمین سے ہم سب سے پہلے مغول کو لیتے ہین جنکی زیادہ تر آبادی اقصائے مشرق یعنی چین و جاپان اور متصلہ ممالک مین پائی جاتی ہے۔

چینی ڈراما

ہندوستانی ڈرامہ کی طرح جسکا ذکر آگے آئیگا چینی ڈرامہ بھی رقص و سرود کے اختلاط سے پیدا ہوا۔ چین مین نہایت قدیم زمانہ سے ایک سوانگ چلا آتا ہے جو شہنشاہ وو-وانگ (Wu-Wang) فاتح چین کی یادگار ہے۔ چین کی قدیم روایات کا اگر مطالعہ کیا جائے تو معلوم ہوگا کہ حضرت عیسیٰ کی پیدائش سے بھی دو ہزار برس قبل وہان ڈرامہ موجود تھا۔ مگر عام طور پر باقاعدہ ڈرامہ کے اجرا و رواج کا سہرا فن موسیقی کے مشہور و معروف مصلح شہنشاہ یوئین تسانگ (Yuen-Tsung) کے سر باندھا جاتا ہے۔ جو ۷۲۰ء مین گذرا ہے۔ اسوقت کے بعد سے چینی ڈرامہ کی تاریخ چار مختلف دورون مین منقسم ہے۔ اور ہر دور کے ڈرامہ کا رنگ ڈھنگ جدا اور نرالا ہے۔

(۱) پہلا دور ۷۲۰ء لغایت ۹۰۶ء ہے۔ اسمین وہ تمام ڈرامے داخل ہین جو شاہان تانگ (Tang) کے زمانہ مین تصنیف ہوے۔ ان سب کو تشو ہوئین خائی (Tchhouen-Khi) کہتے ہین۔ ان مین فوق العادت واقعات اور شجاعانہ کارنامون کا بیان ہوتا ہے۔ جیسے رام لیلا۔

(۲) دوسرا دور ۹۶۰ء سے ۱۱۱۹ء تک ہے۔ اسمین شاہان تسونگ (Tsung) کے زمانہ کے تمام ڈرامے داخل ہین اور انکا مجموعی نام ہائی خیو (Hi-Khio) ہے۔ انکی خصوصیت یہ ہے کہ انمین ایک خاص ایکٹر گاتا ہے۔

(۳) تیسرا دور ۱۱۲۵ء لغایت ۱۳۶۷ء ہے جو خین اور یوئین (Kin & Yuen) خاندانون کا زمانہ ہے۔ ان ڈرامون کا مجموعی نام یوئین پن اور تسا کی (Yuen-Pen & Tsa-Ke) ہے۔ یہ ڈرامے ادبیات چین کے جواہر پارے ہین اور انکی تعداد پانچ چھ سو سے کم نہین ہے۔ سب سے پہلے ۱۷۳۵ء مین جس چینی ڈرامہ نے یورپ کی سیر کی اسکا نام "خاندان شاؤ (Tchao) کا یتیم بچہ"

اسکا پلاٹ (قصہ) حضرت موسیٰ کی پیدائش کے قصہ سے ملتا جلتا ہی۔

(۴) چوتھا دور ۱۳۶۸ء لغایت ۱۶۴۴ء ہی۔ جو شاہان منگ (Ming) کا عہد حکومت ہے

ان ڈرامون مین زیادہ تر تحریک جذبات اور تفریح و تفنن کا خیال رکھا گیا ہی۔

ڈرامہ کی قسمین یورپ کا موجودہ ڈراما بلحاظ اثر دو قسمون مین منقسم ہی۔ ایک وہ جسکا خاتمہ مسرت پر ہو۔ جسکو انگریزی مین کومیڈی، عربی مین روایۃ مضحکہ اور فارسی مین تمثیل بہجت، (یا نقل بہجت) کہتے ہین۔ دوسرے وہ جسکا انجام غم پر ہو اُسکو انگریزی مین ٹریجڈی، عربی مین روایۃ مفجعہ اور فارسی مین تمثیل مصیبت (یا نقل مصیبت) کہتے ہین۔ یہ ڈرامہ کی قدیم یونانی تقسیم ہی۔ مگر چینی ڈرامون مین تمثیل بہجت اور مصیبت کے امتیاز کی تفریق نہین ہی بلکہ اہل چین موضوع اور مضمون کے لحاظ سے اپنے ڈرامے کو بارہ مختلف اقسام مین تقسیم کرتے ہین۔

تمام چینی ڈرامون پر زیادہ تر بودھیت (بودھ مت) کا رنگ غالب ہوتا ہی۔ جسکی تعلیم زیادہ تر نفس کشی اور تزکیہ نفس کی تلقین کرتی ہی۔

خصوصیات چینی ڈرامہ کی امتیازی خصوصیت یہ ہی کہ ہر ڈرامہ مین ایک ایسا شخص ہوتا ہی جو مصنف کی نمایندگی کے ساتھ اپنا بھی کام کرتا ہی۔ ڈرامہ بھر مین جسقدر گانے، یا حکمت و معرفت کے اقوال یا تاریخ و روایت کا اعادہ کرنے والے الفاظ ہوتے ہین وہ سب اسی ایک شخص کی زبان سے ادا ہوتے ہین

جب کوئی ممثل اسٹیج پر آتا ہی تو پہلے اپنا نام اور حسب و نسب بیان کرتا ہی۔

ڈرامون کی زبان بہت مغلق ہوتی ہی اور مقفّی۔ گو حکومت نے ڈراما نویسون کے لیے ایک تعزیری قانون بنا رکھا ہی کہ وہ تہذیب اخلاق کے حدود سے باہر قدم نہ رکھین مگر اُسکی پابندی نہین ہوتی۔

جس زمانہ مین یہ قانون نافذ العمل تھا معنوی لحاظ سے چینی ڈرامون کا مرتبہ نہایت بلند تھا اور ہر کھیل مین اخلاق کا خیال رکھا جاتا تھا۔

عشقیہ ڈرامون کا زیادہ چرچا ہی۔ ڈرامے طویل ہوتے ہین اور بسا اوقات ایک ہی ڈرامہ کے دکھانے مین کئی کئی دن صرف ہو جاتے ہین۔ گو اب اسکی اصلاح ہو رہی ہی۔ قحط، وبا اور ہر مصیبت کے وقت ڈرامہ کھیلا جاتا ہی۔ کیونکہ چینی عقیدہ یہ ہی کہ اس سے بلائین دور ہو جاتی ہین۔

تھیٹر اگرچہ شمالی چین مین کھیل کے لیے مکانات عارضی طور پر مخصوص کر دیے جاتے ہین

مگر جنوبی چین کے بازارون مین مستقل عمارتین بنی ہوئی ہین جنکو ہائی تھائی (Hi-Thi) تھیٹر کہتے ہین - چین مین ترتیب مناظر اور مخصوص آرایش و زیبایش نہین تی - پوشاک بھی اگرچہ شاندار ہوتی ہی مگر چونکہ چینی ڈرامے بیشتر تاریخی ہوتے ہین اسلیے عام طور پر اُس وضع قطع کا لباس استعمال کیا جاتا ہی جو سترھوین صدی مسیحی سے قبل رائج تھا -

ایکٹری کا پیشہ معزز نہین خیال کیا جاتا اسلیے تھیٹرون کے منیجر اکثر بچون کو جو غلام زادے ہوتے ہین خرید کر پال لیتے ہین اور انکو تعلیم دے کر ایکٹر بنالیتے ہین -

عورتین اسٹیج پر کام نہین کرتین - ایک مرتبہ شہنشاہ کائین لنگ (Kien-Lung) نے ایک ایکٹرس پر عاشق ہوکر اُسکو حرم مین داخل کر لیا تھا اُسوقت سے یہ رواج جاتا رہا - زنانے پارٹ نوعمر لڑکے انجام دیتے ہین -

ہر خوشی کی تقریب پر تھیٹر کے تماشون سے مہمانون کی ضیافت ضروری سمجھی جاتی ہی - تماشے رات دن چوبیس گھنٹے ہوتے رہتے ہین اور ہر شخص اپنی فرصت کے لحاظ سے جب چاہے آکر دیکھ سکتا ہی -

۹

جاپانی ڈراما

وہ جاپان جو تہذیب، وتمدن، طاقت وسطوت اور صنعت وحرفت مین دول عظام عالم کا ہمسر ہی نہین بلکہ ہمچشم بھی ہی جو روس کی قوت قاہرہ کو نیچا دکھا چکا ہی اور اب امریکہ سے پنجہ لڑانے کو آمادہ ہی افسوس ہی کہ آج بھی اُسکا ڈراما اسقدر پست حالت مین ہی کہ بلحاظ فن بھانڈون کی نقل اور بلحاظ مذاق شوقیانہ مکالمہ یا بازاری گفتگو سے زیادہ وقعت نہین رکھتا - اگر جاپانی ڈرامہ کے تن لاغر سے خلعت موسیقی اُتار لیا جائے تو عریانی کی حالت مین ایک کریہ المنظر چینی آوارہ گرد نظر آئیگا جو گویا ادھر اُدھر ڈانواڈول پھرتا ہوا جاپان مین گھس آیا ہی - بالفاظ دیگر فن ڈرامہ چین سے جاپان پہونچا ہی -

ابتداء | چھٹی صدی عیسوی کے اواخر مین چینی نسل کا ایک جاپانی ہاداکاوتسو (Hada-Ka-Watsu) نامی فن ڈرامہ کا خاص مذاق رکھتا تھا - اس شخص کو منجانب حکومت حکم ہوا کہ ملک کی دلچسپی اور فائدہ رسانی کے لیے ڈرامے تصنیف کرے - چنانچہ اس شخص نے ۳۳ ڈرامے لکھے - مگر جاپانیون کے نزدیک انکے ڈرامے کی ابتدا ایک خاص ناچ کے رواج سے ہوئی جسکو سمباسو (Sambaso

کہتے ہین۔ اسکا آغاز ۵۰۰ئہ ۶ سے ہوا اُسوقت ایک زلزلہ اسقدر شدید آیا تھا کہ بعض مقامات مین میرکا تختہ بیٹھ گیا تھا۔ آج کل بھی اس ناچ کو آفت ارضی کے خلاف بطور ٹوٹکہ استعمال کیا جاتا ہی۔ اور کھیل شروع ہونے سے پہلے سمباسو ضرور ناچا جاتا ہی۔

ایک روایت یہ ہی کہ ۱۲۰۰ء مین الیسو نو زنجی (Iso No Zenji) نامی ایک عورت تھی جو جاپانی ڈرامہ کی ماما ہوا ہی۔ مگر اس عورت کے کھیل صرف ناچنے بھاؤ بتانے اور نرت دکھانے تک محدود تھے۔ اصلی ڈرامہ سارُوواکا کنز بُورو (Saruwaka Kanzaburo) نے شروع کیا۔

تھیٹر ۱۶۲۴ء مین پہلا جاپانی سبائیہ (Sibaia) یعنے تھیٹر بمقام یڈو (Yedo) تعمیر ہوا۔ اسکا بانی بھی سارُوواکا کنز بورو تھا۔ اب البتہ تھیٹرون کی کثرت ہی۔ ادنی طبقات کے لوگ اس سے زیادہ شوق رکھتے ہین۔ پہلے یہ رواج تھا کہ امرا اور رؤسا تھیٹرون مین نہین جاتے تھے بلکہ ایکٹر انکے مکانون پر کھیل دکھایا کرتے تھے۔ مگر اب تو تمام طبقات کے آدمی اسمین دلچسپی لینے لگے ہین اور خود مکاڈو (Mikado) شہنشاہ جاپان کا ایک درباری تھیٹر بھی موجود ہی۔ یہان دیگر ممالک کے برخلاف صبح سے شام تک کھیل دکھایا جاتا ہی۔ سین سینری کا بھی اچھا انتظام ہوتا ہی۔ ایکٹرون کا لباس غیر معمولی طور پر اعلی اور شاندار ہوتا ہی۔

بڑے بڑے ایکٹرون کو اگرچہ معقول تنخواہین ملتی ہین مگر عام طور پر تھیٹر والے کچھ وقعت کی نگاہ سے نہین دیکھے جاتے۔ پہلے زمانہ مین تھیٹر کی کل کمپنیان ادنی طبقہ کے لڑکے بھرتی کرنے پر مجبور ہوتی تھین مگر اب یہ تمام قیود اٹھتے جلتے ہین۔ انجمن اصلاح ڈرامہ کی طرف سے یورپین طرز کا ایک تھیٹر بھی قائم ہی۔

خصوصیات جاپانی ڈرامون کا مضمون بشتر حب وطن سے تعلق رکھتا ہی۔ یا بعض کھیلون کا پلاٹ دقصص دیومالا اور تاریخ سے لیا جاتا ہی جو نو (No) کہلاتے ہین۔ مذہبی کھیلون مین زیادہ برہم اوتارون کے سین کے حالات ہوتے ہین۔ مگر مذہبی اور تاریخی کھیلون مین بخیال سوء ادب نام بدلدیے جاتے ہین۔

فی زمانناً چونکہ وقت کی قدر کیجاتی ہی اور وقت کو دولت کا مرادف سمجھا جاتا ہی اسلیے عموماً ایک ڈرامہ چار پانچ گھنٹہ سے زیادہ وقت نہین لیتا۔ مگر جاپان مین بعض ڈرامے ایسے بھی ہین جنکو رام لیلا کی طرح کئی کئی دن لگ جاتے ہین۔ کسی جگہ ہری کاری (Hari-Kari) یعنی خودکشی رجکو راجپوتانہ

کی اصطلاح مین جوہر یا بیوہر کہتے ہین) کا سین دکھاتے ہین تو کمال کر دیتے ہین۔
ایکٹر عموماً مرد ہوتے ہین۔ مسخرہ کا پارٹ عموماً اچھا ہوتا ہے۔ چیدہ رؤسا اور فضلا ہونے ملکر ایک انجمن بغرض اصلاح ڈرامہ بھی بنائی ہے

تبتی ڈراما

مین اس سے پہلے بتلا چکا ہون کہ چونکہ دنیائے قدیم و جدید کے جملہ مذاہب نے ارض مقدسہ مشرق ہی مین جنم لیا ہے اسلیے اہل مشرق کی ذہنیت اور اعمال پر جسقدر حکومت مذہب کی ہے اسقدر اور کسی چیز کی نہین ہے خصوصاً "ارض ممنوعہ" یعنی خاک پاک تبت کے اندر تو اس معاملہ مین اسقدر غلو کیا جاتا ہے کہ کسی غیر کو گھسنے تک نہین دیا جاتا۔

اہل تبت کا مذہب بودھ مت اور ہرات کے ساحر اعظم پدم شمبھو کی تعلیمات کا ایک معجون مرکب ہے جسکو لاما ئیت کہتے ہین۔ انکا عقیدہ ہے کہ ارواح دو قسم کی ہوتی ہین بُری اور بھلی۔ بھلی روحین خیر محض ہین۔ البتہ بُری روحون سے مضرت پہونچنے کا اندیشہ ہے۔ اُنکے شر سے بچنے کے لیے تبت کے لاماؤن (مقتدایان مذہب) نے ایک قسم کا رقص ایجاد کیا ہے جسکو انگریزی مین ڈیول ڈانس یعنی رقص شیطانی کہتے ہین۔ یہ گویا ڈرامہ کی ایک ابتدائی صورت ہے۔ خانقاہ کے سامنے ایک چبوترہ بنایا جاتا ہے جسپر مہاتما بدھ کا ایک بت رکھا جاتا ہے۔ دعاؤن اور وظائف کے تمام پرچم خانقاہ سے اُتار دیے جاتے ہین۔ اسکے بعد خانقاہ کا دروازہ دفعتاً کھلتا ہے اور دس بارہ لامہ مختلف قسم کے خوفناک چہرے لگا کر خانقاہ سے برآمد ہوتے ہین۔ اور بدھ کی تصویر کے سامنے صف بستہ ہو جاتے ہین۔ حاضر جلسہ آگے بڑھکر بت کی پوجا کرتے ہین۔ پوجا کے بعد لاماؤن کا گروہ بت کے گرد حلقہ باندھ لیتا ہے اور آہستہ ناچتا بھاؤ بتاتا، اور چکر کاٹتا ہوا، گردش کرنا شروع کر دیتا ہے۔ ناچ اور گردش کی تیزی بتدریج بڑھتی رہتی ہے جو آخرکار اسقدر سریع ہو جاتی ہے کہ آدمی کی پہچان نہین رہتی۔ یہی حالت کچھ عرصہ تک رہتی ہے۔ اثنائے رقص مین لامہ کچھ مذہبی بول بھی گاتے جاتے ہین جنکی تکرار حاضرین محفل کرتے جاتے ہین۔ جب رقص کا دور نہایت شدت کے ساتھ تیز ہو جاتا ہے تو دفعتاً خانقاہ کا دروازہ کھلتا ہے اور تمام رقاص یک لخت خانقاہ مین گھس کر غائب ہو جاتے ہین۔ تماشہ ختم ہو جاتا ہے۔

دوسرا رقص "لاما ئی رقص" کہلاتا ہے۔ اسکا پلاٹ ایک قدیم تاریخی واقعہ پر مبنی ہے۔ کہتے ہین کہ لہاسہ کا راجہ دو بیٹے چھوڑ کر مرا۔ بڑے بھائی کو جو نہایت نیک تھا چھوٹے بھائی نے ایک دن موقعہ پاکر

دغا سے قتل کر ڈالا اور اُسکے تخت و تاج کو غصب کر لیا۔ اسکی ظالمانہ حکومت سے تمام رعایا عاجز آگئی۔ آخر خانقاہ کے چند لاماؤن نے راجہ کے قتل کی سازش کی۔ اور بھیس بدلکر روزمرہ راجہ کے محل کے سامنے ناچنا گانا شروع کر دیا۔ ایک دن ناچ ہو رہا تھا راجہ بھی دیکھنے کے لیے آنکلا اور خوش ہو کر چند سکے بطور انعام لاماؤن کے سامنے پھینکے۔ لامہ ناچتے گاتے، سکے اُٹھانے آگے بڑھے اور قریب ہو نیکر راجہ کو قتل کر ڈالا۔ اسی دار و گیر مین یہ لوگ جو سیاہ پوش تھے سیاہ گھوڑون پر سوار ہو کر جو موقع کے قریب ہی رکھے گئے تھے بھاگ کر شہر سے باہر نکل گئے اور مع گھوڑون کے دریا مین کود پڑے۔ گھوڑون کا مصنوعی سیاہ رنگ دھل کر سفید اصلی رنگ نکل آیا۔ سوارون نے بھی اپنے کوٹ اُلٹ لیے جو اندر سے سفید رنگ تھے اور سوار ہو کر دڑانہ شہر مین گھس آئے۔ اِس واقعہ کی یادگار مین یہ ڈرامہ ہر سال کھیلتے ہین۔

تبت کا ڈرامہ ابتدائی قسم کا ہی جو ہندوستان اور بلاد فرنگ نے اور چین وغیرہ کے ڈرامہ سے کوئی نسبت نہین رکھتا۔ ایکٹر ہمیشہ لامہ ہوتے ہین۔

نمایش ویمبلی سنہ ۱۹۲۴ء مین لاماؤن کی چند جماعتون کو بھیجا گیا تھا جنھوں نے وہان اپنے کھیل خوب دکھائے۔

۱۲ سیام و جزائر ماورائے ہند کے ڈرامے

جغرافیہ کے لحاظ سے اگر دیکھا جائے تو سیام، سماترا، جاوا، بورنیو، اور جزائر فلیپائین، پر چین و جاپان کا زیادہ اثر پڑنا چاہیے مگر فی الحقیقت ان ممالک کے ڈرامہ کا ماخذ ہندوستانی ڈرامہ ہی۔ رنگ ڈھنگ، طرز ادا اور خیالات مین بھی کچھ زیادہ فرق نہین یونان کی طرح یہان بھی کھیلنے والے نقاب پوش ہوتے ہین۔ جو لکڑی کی بنی ہوئی ہوتی ہی۔ لہذا مین ان ممالک کے ڈرامہ کو نظر انداز کر کے ہندوستانی ڈرامہ کو بتفصیل بیان کرتا ہون۔

ہندوستانی ڈراما

ابتدا مین اس سے قبل کہہ چکا ہون کہ مشرق کا عموماً مگر ہندوستان کا خصوصاً اوڑھنا بچھونا مذہب ہے۔ چنانچہ ہندوستانی ڈرامہ پر بھی مذہبی رنگ چڑھا ہوا ہی۔ اور اُسکی ایجاد دیوتاؤن سے منسوب کی جاتی ہی۔ ہندو مصنفین ڈرامہ کی ایجاد کا سہرا ایک ملہم بالغیب رشی "بھرت" نامی کے سر باندھتے ہین یا یہ کہتے ہین کہ برہما جی نے وقتاً فوقتاً ویدون سے اخذ کر کے ایک فن "بھرت" رشی مذکور کو بتایا تھا جو کہ زبان سنسکرت مین

لفظ "بھرت" کے معنی "ایکٹر" کے بھی ہین اسلیے یہ روایت فن ڈرامہ کی ایجاد کے لیے موضوع شدہ معلوم ہوتی ہے۔ یعنی فن ڈرامہ کی داستان ہمارے سامنے بطور افسانہ پیش کی گئی ہے۔ پراچین پستکون یعنی اساطیر الاولین سے معلوم ہوتا ہے کہ سُورگ لوک (بہشت) میں راجہ اندر کے اکھاڑہ مین دیوتاؤن کے سامنے اَپسراؤن (پریون) نے تین قسم کے کھیل دکھائے تھے۔ انمین سے ایک کھیل "ناٹیہ" ہے جو بلحاظ "نرت" (ناچ) مکالمہ اور طرز ادا ڈرامہ سے زیادہ ترملتا جلتا ہے۔ ان تین کھیلون مین بعدازان "شوجی" نے رقص کے دو جدید طرز اضافہ کر دیئے۔

امور متذکرۂ بالا سے صاف ظاہر ہے کہ فن ڈرامہ کی ایجاد یقیناً مذہبی تھی۔ فن ڈرامہ کی ابتدائی باتین سب سے پہلے رگ وید کے بعض منترون مین ظاہر ہوئین۔ جو بعض آسمانی مخلوقات کے درمیان بصورت مکالمہ ہین۔ راج کوی کالیداس نے بھی اپنے مشہور ڈرامہ وکرم اُروشی کی بنیاد انھین مکالمون مین سے ایک پر قائم کی ہے۔ پہلے دیوتاؤن کی پوجاؤن کے وقت یہ منتر پڑھے جاتے تھے۔ اور اُنکے ساتھ رقص و سرود بھی ہوتا تھا۔ مگر بعد مین اس مذہبی رسم نے ایک رواجی صورت اختیار کر لی۔ اس طرح گویا پہلے تو ناچنے اور گانے کا ارتباط ہوا۔ پھر اسمین اول بصورت سماع و سرود بعدہٗ بطرز مکالمہ مسلسل داستان سرائی یا واقعہ گوئی کا اضافہ ہو گیا۔ بعدازان ان جملہ عناصر کے اختلاط نے مدارج ارتقائی طے کر کے ڈرامہ کی صورت اختیار کر لی۔ یعنی ڈرامہ کھیلا جانے لگا۔ وشنو پران کی ایسی ہی روایتین اور قصے اب بھی کبھی کبھی ہندوستان مین بصورت مکالمہ کھیلے جاتے ہین۔ یہ سوانگ ہوتے ہین جنکو بنگال مین یاترا یا جاترا اور مغربی صوبجات مین راس لیلا کہتے ہین۔

ہندوستان مین سب سے پہلا جو ڈرامہ کھیلا گیا تھا اُسکا قصہ وشنو پران ہی سے لیا گیا تھا۔ یہ وہ واقعہ تھا جسمین لکشمی نے وشنوجی کو اپنی شادی کے لیے منتخب کیا تھا۔ جن روایات سے ڈرامہ کے قدیم ترین موضوعات اور کرشن جی کی ابتدائی زندگی کے حالات کا تعلق ظاہر ہوتا ہے اُنسے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ رفتہ رفتہ ڈرامہ کی ایک خاص شاخ نے جنم لیا جسکو سنگیت (موسیقی) کہتے ہین۔ ان کھیلون مین کرشن جی اور گوپیون کے اختلاط و ارتباط کی داستانون کو خوب نمایان کر کے دکھایا جاتا ہے۔ گیتا گووند نظم کو ڈرامہ کی قدیم ترین صورت کا بہترین نمونہ بتایا جاتا ہے۔

مگر اصل بات یہ ہے کہ ہندوؤن کے رزم نامے یا طویل مثنویان اپنے طرز ادا مین مکالمہ کا رنگ اختیار کر کے ڈرامہ کے قریب آ گئین اور جب مکالمہ کے ساتھ گانون اور راگ و رنگ کا ارتباط ہوا تو انھین مثنویون سے

ہندو ڈرامہ خود بخود بہار پر آگیا اور غنچہ کی طرح شگفتہ ہوگیا - گویا پہلے ویدون نے جلوہ دکھایا - پھر رامائن اور مہابھارت جیسے رزم نامے بالطبع تمثیلی صورت میں پیدا ہوئے اور اُنکے بطن سے ڈرامہ وجود مین آگیا -

اگرچہ ہندوستان سے یونانیون کے ربط اور تعلیم یافتہ ڈرامہ کی ابتدا پانچوین صدی عیسوی سے بتائی جاتی ہے مگر بعض سنسکرت ڈرامے مثلاً مرچھ کٹک (مٹی کی کھلونا گاڑی) یقیناً زمانہ کالیداس سے بھی بہت پہلے کے ہین - مگر قدیم مصنفین ڈرامہ کے ناموں پر قدامت کا ایسا پردہ پڑا ہوا ہے کہ کہین پتہ نہین چلتا - حتیٰ کہ خود معاصرین کالیداس کا حال تک معلوم نہین -

الغرض جس زمانہ کا ہندو ڈرامہ ہم لوگون کو دستیاب ہوسکا ہے اُس سے بھی قرنون پیشتر ہندوستان کا فنِ ڈرامہ بلحاظ ارتقا خط نصف النہار تک پہنچ چکا تھا اسلیے ہمکو صحیح معنی مین ہندوستانی ڈرامہ کی ابتدا کا علم نہین ہے لیکن ہم اُسکے عروج اُسکے زوال اور نابود ہو جانے کے حالات سے واقف ہین - اُنکی تعمیر اور عروج ڈرامہ کے مراکز تھے -

نٹ ودیا ۱۴

ایکٹ کرنا اگرچہ فنِ ڈراما کا خاص اور ضروری جزو ہے مگر اسکی ابتدا اور ارتقا نظری اور عملی دونون لحاظ سے ایک جداگانہ تاریخ رکھتی ہے - اور بنابرین نٹ ودیا کو ایک ضمنی نوعیت فن حاصل ہے - سٹیج پر ایکٹر کو اُس اصلی شخص کا پورا اور سچا نمونہ بننا پڑتا ہے جسکی اُسنے شبیہ اختیار کر رکھی ہے - اس کام مین صحیح مطالعہ غور و خوض تجربہ طباعی اور جبلی طبیعت کی سخت ضرورت ہے - ایکٹر کا یہ فرض ہے کہ وہ اصلی شخص کی اپنی حرکات و سکنات لب و لہجہ اور لباس وغیرہ سے پوری تصویر کھینچ دے - علاوہ زبان کے اُسکو بذریعہ حرکات و سکنات اپنے تمام جسم کو "جسمِ ناطق" بنا لینا چاہیے - اسی فن کو سنسکرت مین نرت کہتے ہین یعنی اندرونی جذبات کا اظہار بذریعہ حرکات و سکنات جیسی حالت دکھلانی ہو مثلاً رنج، غم، خوشی، شادمانی، صحت، علالت، خواب، بیداری، دیوانگی، مستی، موت وغیرہ ان کے اظہار مین اصلی شخص کی عمر اور اُسکے زمانہ کا خیال رکھنا بھی ایکٹر کے لیے لازمی ہے -

اقسامِ ڈراما

یونانیون کی طرح ڈرامہ کی دو قسمین کامیڈی یعنی طربیہ اور ٹریجیڈی یعنی حزنیہ کی کوئی تفریق نہین ہے -

ہندو ڈراما نویسون نے ڈرامہ کی اصناف کو بلحاظ موضوع کی حسب ذیل دس قسمین بنائی ہین -

(۲) دنی قسم کو اپ رُوپک کہتے ہین۔ اسکی اٹھارہ قسمین ہین جنمین سے ہر ایک پھر نو قسمون مین منقسم ہے۔ یہ دور از کار موشگافیون کا ایک سلسلۂ نامتناہی ہے جو غیر ضروری ہے۔

(۱) ناٹک۔ اسکا قصہ یا تو دیومالا سے ماخوذ ہوتا ہے یا تاریخ سے۔ ہیرو، دیوتا، اوتار یا راجہ ہوتا ہے۔ اگر اسمین ہیروئن کا پارٹ زیادہ ہوتا ہے تو وہ "ناٹکا" کہلاتا ہے۔ ڈرامہ کا سب سے اعلیٰ اور مکمل نمونہ ناٹک ہے۔ اسمین پانچ سے دس ایکٹ تک ہوتے ہین۔ جیسے شکنتلا۔

(۲) پرکرن۔ عشق و محبت کا فرضی قصہ ہوتا ہے۔ ہیرو، برہمن، سوداگر مہاجن وغیرہ ہوتا ہے۔ ہیروئن کوئی لڑکی ہوتی ہے جسکی وفاداری کو نمایان کرکے دکھایا جاتا ہے۔ یہ ناٹک کے مشابہ ہے مگر اسقدر اعلیٰ نہین ہوتا۔ یہ اعلیٰ معاشرتی زندگی کا نمونہ پیش کرتا ہے۔

(۳) بھان۔ ایک ہی ایکٹ مین ایک ہی شخص مختلف واقعات ایک سلسل قصہ مین خواہ آپ بیتے ہون یا جگ بیتے آواز اور ٹھاٹھ بدل کر بیان کرتا ہے یا سوال و جواب کرتا ہے کہ دوسرے کے بولنے کا گمان ہوتا ہے محبت، مقابلہ، جنگ عیاری وغیرہ کا مضمون ہوتا ہے مگر نواحشات سے بھرا ہوا۔

(۴) ویایوگ۔ ایک ہی ایکٹ مین کوئی جنگی معرکہ بیان کیا جاتا ہے۔ اسمین کوئی زنانہ پارٹ نہین ہوتا۔

(۵) سمو کار۔ تین ایکٹون مین دیوتاؤن کا کوئی قصہ بیان کیا جاتا ہے۔ جیسے رام لیلا۔

(۶) ڈِم۔ چار ایکٹون مین ڈراؤنے یا عبرت انگیز مضامین کا بیان ہوتا ہے جسمین راکشس (بھوت پریت) دیوتا یا اوتار ہیرو ہوتے ہین۔ اسمین بازیگری، جنگ، غصہ اور ظلم وغیرہ زیادہ نمایان ہوتے ہین۔

(۷) ایہا مرگ۔ چار ایکٹ مین کسی دیوتا یا بڑے آدمی کی کہانی بیان کی جاتی ہے جسمین وہ کسی دیوی کو اسکی مرضی کے خلاف قبضہ مین لانے کی کوشش کرتا ہے۔ اسمین جنگ نہین ہوتی جھوٹی محبت اور جوش کا اظہار ہوتا ہے۔

(۸) انک۔ ایک ایکٹ کا ڈراما ہوتا ہے یا کسی ڈرامے کا ضمیمہ ہوتا ہے۔ ہیرو معمولی طبقہ انسانی مین سے ہوتے ہین۔

(۹) ویتھی۔ ایک یا دو ایکٹ مین عشقیہ داستان کا بیان ہوتا ہے مگر ظرافت اور ابہام سے بھرا ہوا۔

(۱۰) پرہسن۔ یہ خالص مخلوط اور مرکب تین قسمون پر مشتمل ہوتا ہے اسمین تمسخر اور ہجو وغیرہ ہوتی ہے۔ اسکو نقل کہنا زیادہ موزون ہے۔

ارکانِ ڈراما۔ سب سے بڑا درجہ ہیرو اور ہیروئن کا ہوتا ہے جنھین سنسکرت مین نائک اور نائکہ کہتے ہین۔

۱۵

جو ہر قسم کے ڈراما کے مناسب حال رکھے جاتے ہین۔ ہیرو کے بعد پیٹہ مرد کا درجہ ہی جو اسکا رفیق اور
رازدان ہوتا ہی۔ اسکے بعد ودوشک کا مرتبہ ہی جو ظریف ہونے کے علاوہ ہیرو کا مونس وہمدم بھی
ہوتا ہی۔ کبھی ہیرو کا رقیب سے بھی سامنا ہوتا ہی جسکو پرت نائک کہتے ہین۔ ہیروئن (نائکہ) کی رفاقت
کے لیے سکھیان (سہیلیان) بھی ہوتی ہین۔ ان کے علاوہ مصاحب، وزرا، ندیم، خادم، مہریان اور
گوپیان بھی حسب موقع اپنا اپنا پارٹ کرتی نظر آتے ہین۔

اسٹیج | ایک پردہ ہوتا تھا جسکے پیچھے ایکٹر سجائے جاتے تھے اور پھر سامنے آکر اپنا پارٹ کرتے تھے۔
اسکے لیے کسی سینری وغیرہ کا انتظام نہ تھا۔ البتہ لباس کی سخت پابندی تھی۔ شاہی محلون کا ایک حصہ
ناچ گانے کے لیے مخصوص ہوتا تھا جسکو رنگ شالا کہتے تھے۔ یہ اور امرا کے محلون کے وسیع صحن ڈراما
کی نمائشگاہ تھے جو عموماً کسی مذہبی تقریب یا قومی تیوہار کے موقعون پر دکھلائے جاتے تھے۔ پبلک کا گذر
انمین نہ تھا اور نہ کوئی عمارت اس غرض کے لیے مخصوص تھی۔

مشہور ڈراما نویس | بھاس۔ کالیداس۔ بھَو بھوت۔ ہنومان۔ نرائن بھٹ۔
رام بھدر دکھشی گنچن آچاریہ۔ مُراری۔ وشاکھ دت اور کرشن مصر وغیرہ ہین۔ اول الذکر
کالیداس سے بھی بہت پہلے گذرا ہی۔ کالیداس چھٹی صدی عیسوی کے اوائل مین یا تیسری صدی مین گذرا ہی
عام خیال ہی کہ وہ حضرت عیسیٰ سے ۵۰ برس پہلے اجین کے راجہ بکرماجیت کے دربار کا ایک بے مثل
شاعر تھا۔ اسکے مشہور ڈرامے شکنتلا، وکرم اُروشی اور مال وکا اگنی مترہین۔ انمین سے وکرم اُروشی
کا نہایت عمدہ اردو ترجمہ شایع ہوچکا ہی جو مولوی عزیز مرزا بی۔ اے۔ مرحوم کی فاضلانہ قابلیت کی
بہترین یادگار ہی۔ بھَو بھوت ساتوین صدی عیسوی مین گذرا ہی۔ اُتر رام چرتر اور مالتی مادھو
اسکے دو مشہور ڈرامے ہین۔

اُردو ڈراما

ابتدا | مسلمان فاتحین نے ہندوستان مین نظم ونسق قایم کرنیکے بعد جو سب سے پہلا کام کیا وہ
ہندوستانی علوم وفنون کی فیاضانہ سرپرستی تھی اسوقت ہندوستان کا ڈراما زوال وانحطاط کے تباہ کن
پنجہ مین گرفتار تھا۔ مسلمانون کی دیووانی عربی تھی اور ہندوون کی سنسکرت انتہائی ـــ

گر اُنھون نے کشادہ دلی اور رواداری سے کام لیا اور اُنکی زندہ دلی نے مردہ فنون ہندیہ کی خاک مزار پر قُمْ بِاِذْنِي کہکر مسیحائی کا کام دیا۔ اُنھون نے ایکٹرون کو نوازا اور ڈرامہ نویسون کو جاگیرون اور عطایائے نقد سے سرفراز کیا۔

اس فیاضانہ عنایت اور مربیانہ شفقت کے زیر سایہ نقالون کی ایک جماعت تیار ہوئی جو مخلوط فارسی اور بھاشا کے تماشے خاص محفلون شادیون اور شاہی درباروان مین کھیلتی تھی۔ اس قسم کی جماعتین شہر بشہر گھومتی رہتی تھین۔ چنانچہ اس قدیم مٹے ہوئے اسٹیج کے ایکٹر جو شہنشاہ اورنگ زیب کے زمانہ مین **بھگت**[1] **باز** کہلاتے تھے آج بھی **بھانڈون** کے نام سے موجود ہین۔ **بھروپیا** بھی جو مختلف بھروپے بھر کر اپنی حرکات و سکنات اور آواز سے اُس اصلی شخص کی جسکا روپ اسنے بھر رکھا ہی پوری تصویر کھنچا تا ہی اسی قدیم اسٹیج کی ایک ہستی ہی۔

کہتے ہین کہ فرخ سیر کے زمانہ مین **نواز** نامی کسی شخص نے **کالیداس** کی **شکُنتلا** کو زندہ کرکے اُردو کا جامہ پہنایا۔ گر جانعالم پیا واجد علی شاہ اختر بادشاہ اودھ کے عہد عیش و عشرت مہد مین تو ہندوستانی باکمالون نے شاہی سرپرستی مین فن طرب و نشاط کو چار چاند لگائے کہ خود اِندر کا دربار بھی **سُورگ لوک** بہشت مین ماند پڑ گیا۔

لکھنؤ کا قیصر باغ عیش کا گہوارہ تھا۔ رنگیلے پیا خود شاعر اور ماہر فن موسیقی تھے۔ خود بادشاہ کا طبع زاد ڈرامہ جو در حقیقت رہس سے رہس کے سلسلون مین جو **قیصر باغ** مین ہوتے رہتے تھے دکھایا جاتا تھا۔ اسمین خود بہ ولت "**کنھیا پیا**" بنتے اور ممنوعات **گوپیان** بنتین۔ مقربین شاہی کا یہی شغل تھا کہ رنگیلے پیا کی تفنن طبع کے لیے کوئی نئی دلچسپی پیدا کی جائے چنانچہ مغربی تماشا خانون (تھیٹرون) کے نقشہ نے سونے پہ سہاگہ کا کام دیا۔ **اوپیرا**[2] کی تصویر لوح دل پر نقش ہو گئی۔ قیصر باغ مین اسٹیج تیار ہو گیا اور فرنگی شراب ہندوستانی صراحیون مین بھری جانے لگی۔ **جان عالم** کی رنگین مزاجی اور جدت طرازی کی بدولت ہندوستانی ماہرین فن نے تو اس مین وہ کمال دکھائے کہ ایک طلسمی عالم کا نمونہ پیش نظر ہو گیا۔ بمصداق "اَلنَّاسُ عَلٰی دِیْنِ مُلُوْکِهِمْ" (عوام بادشاہون کی روش پر ہوتے ہین) یہ شوق ہر خاص و عام مین سرایت کر گیا اور

---

[1] مثنوی نیرنگ عشق (فارسی) مصنفہ ملا غنیمت۔

[2] ڈرامہ کی وہ قسم ہے جو رقص و سرود کے ذریعہ ادا ہو۔

سنہ ۱۸۵۳ء میں سید آغا حسن امانت نے اندر سبھا تصنیف کی جو بہت مقبول ہوئی۔ اسکی کامیابی دیکھکر ایک کایستھ منشی مداری لال نے ایک دوسری اندر سبھا بجواب امانت لکھی مگر دونوں میں ادبی نقطۂ نگاہ سے زمین و آسمان کا فرق ہے۔

غدر ۱۸۵۷ء سے پیشتر ان ڈراموں کا جو اندر سبھائیں کہلاتی تھیں زیادہ رواج تھا۔

امانت کی اندر سبھا میں "اختر نگر" جانِ عالم اختر کا پیارا شہر لکھنؤ ہے اور "لال محل" لال بارہ دری ہے جو تخت گاہ تھی۔ مگر اب آ[illegible] خانہ ہے۔

پارسی اور اردو ڈرامہ

ابھی اندر سبھا کو لکھنؤ میں جلوہ آرائی کرتے کچھ ہی زمانہ گذرا تھا کہ لکھنؤ کے سیاسی اسٹیج کا ڈراپ سین ہو گیا۔ اندر سبھا شاہی باغوں سے نکلکر غریب ہوئی مگر چونکہ اُس کا حسن و جمال بیحد دلفریب تھا اس لیے عوام نے سر آنکھوں پر جگہ دی اور اُس کو قبولیت عامہ حاصل ہو گئی۔

بمبئی پہونچتے ہی اسنے وہ جلوہ آرائی کی کہ چند پارسی نوجوانوں نے رستم و سہراب کی داستان کو اندر سبھا کے سانچہ میں ڈھالا اور گھریلو ساز و سامان سے آرایش و زینت کا کام لیکر اسٹیج پر کھیل شروع کر دیا۔ عام رجحان طبع اور قبولیت عامہ کو دیکھکر پارسیوں کی زر پرست و تجارت پسند طبیعت کب نچلی بیٹھنے والی تھی۔ اُنھوں نے فوراً تھیٹر کو جلب منفعت کا ذریعہ بنا لیا اور سیٹھ پسٹن جی فرامجی نے "اوریجنل تھیٹریکل کمپنی" قائم کرکے اردو اسٹیج کی بنا ڈالی۔ سیٹھ صاحب خود شاعر تھے اور نواب علی نفیس مرحوم سے تلمذ رکھتے تھے۔ ان کی اس کمپنی میں بڑے بڑے ماہر فن ایکٹر شامل تھے جنہیں خورشید جی بالی والا کاؤس جی کھٹاؤ، سہراب جی اور جہانگیر آسمان اسٹیج کے روشن ستارے تھے۔ اس کمپنی کیلئے پہلے رونق بنارسی نے چند ڈرامے لکھے بعد ازاں حسینی میاں ظریف نے تو بے گنتی ڈرامے لکھ ڈالے۔ ان ڈراموں کی اصلی غرض تفریح طبع تھی۔ گو یہ اصول ڈراما نویسی سے بہت گرے ہوئے ہیں اور زبان بھی خامیوں سے پاک نہیں ہے۔ مگر اس میں کلام نہیں کہ انکی کوششوں سے امانت کی ڈالی ہوئی داغ بیل تعمیری ارتقائی کی منزلیں نہایت سرعت سے طے کر گئی اور انکے ڈراموں کی بدولت ہندوستان بھر میں اردو کا ڈنکا بج گیا

نتیجۂ عصمت، خدادوست، چاند بی بی، تحفۂ دلکشا، بلبل بیمار، تحفۂ دلپذیر، شیرین فرہاد، علی بابا، نقش سلیمانی، اکسیر اعظم، لیلیٰ مجنون، عشرت سبھا، فرخ سبھا، گل بکاؤلی، چترا بکاؤلی، حسن افروز، چھیل بٹاؤ، نیرنگ عشق، ستم ہامان، فریب فتنہ

ہوائی مجلس، حاتم طائی، بدر منیر، ناصر و ہمایون، ماتم ظفر، بزم سلیمان، گل صنوبر، الہ دین، لال گوہر۔ خداداد وغیرہ انکے زور قلم کا نمونہ ہین۔

اس کمپنی نے اُردو اسٹیج کو خوب رونق دی۔

فرامجی کی وفات پر بالی والا اور کاؤس جی نے بالترتیب اپنے علٰحدہ علٰحدہ تھیٹر پارسی وکٹوریہ تھیٹریکل کمپنی اور الفریڈ تھیٹر قائم کیئے۔

منشی ونائک پرشاد طالب بنارسی نے بالی والا کی وکٹوریہ کمپنی کے لیے قلم اُٹھایا طالب قادر الکلام سخنور تھے۔ مولانا راسخ دہلوی سے تلمذ تھا۔ آپ کا ڈرامہ "لیل و نہار" آپکے کل ڈراموں مین ایک ممتاز حیثیت رکھتا ہے وکرم ولاس، دلیر دل شیر، نازان، نگاہ غفلت، گوپی چند، اور ہریشچندر آپ ہی کے قلم کے رہین منت ہین۔ ان سب مین بالی والا خود پارٹ کرتے تھے اور حق یہ ہے کہ پارٹ کا پورا پورا حق ادا کر دیتے تھے جسکا لُطف مدتوں تازہ رہتا تھا آپ سے بہتر ظریف شاید ہی کسی ہندوستانی اسٹیج کو نصیب ہوا ہو۔

19

اس کے بعد کاؤس جی کے الفریڈ تھیٹر کا نمبر تھا۔ بالی والا اگر تمثیل بہجت کی قلمرو کے بادشاہ تھے تو یہ تمثیل مصیبت کی اقلیم کے۔ آپ کے پارٹ مین اثر کوٹ کوٹ کر بھرا ہوتا تھا۔ جب کبھی آپ پارٹ کرتے تو غم کی تصویر بنجاتے۔ اس کمپنی کے ڈرامہ نویس سید مہدی حسن احسن لکھنوی تھے۔ ہیملٹ، گلنار فیروز، چندراولی، دلفروش، چلتا پرزا، اور بھول بھلیان، آپ کے قلم سحر نگار کے نقوش ہین۔

طالب اور احسن دونون نے ڈرامہ کی کافی اصلاح کی۔ اوپیرا کی تقلید ترک کی گئی غیر معمولی جدت آفرینی سے نہایت دلکش گانے نکالے گئے جو اُردو شاعری مین ایک نئی چیز تھے۔ زبان کی صفائی اور پاکیزگی کا کیا کہنا۔ مگر مقفٰے نثر سے ڈراموں کو رونق دیکر ان باکمالون نے ایک ایسی بدعت قائم کردی جسکی اسوقت تک تقلید جاری ہے۔ حالانکہ مقفٰے گفتگو بجائے حقیقی کے مصنوعی معلوم ہوتی ہو اور خواہ مخواہ قافیہ کی پابندی جیساکہ آجکل عام دستور ہوگیا ہے عبارت کو مہمل بنادیتی ہے۔

اس دور کے بعد آغا محمد شاہ حشر اور منشی نرائن پرشاد بیتاب نے میدان ڈرامہ نویسی مین قدم رکھا۔ آغا صاحب کا تعلق پہلے نیو الفریڈ تھیٹر سے تھا جسکے ڈائرکٹر اور منیجر سہراب جی ہین جو خود بھی ایک اچھے بزمیہ ظریف ایکٹر ہین۔ اس کمپنی کے بیشتر ڈرامے آغا صاحب کے لکھے ہوئے ہین آپ خود بھی

ایک تھیٹریکل کمپنی کے مالک اور ڈائرکٹر رہ چکے ہین ۔ شہید ناز، میٹھی چھری، مُردہ شک،
خواب ہستی، ٹھنڈی آگ، اسیر حرص، صید ہوس، سفید خون، خوبصورت بَلا،
خود پرست، سِلور کِنگ، شام جوانی، تصویر وفا، نعرۂ توحید، جُرم نظر،
ترکی حور، ہندوستان قدیم وجدید حضرت حشر کے قلم کا نتیجہ ہین ۔ اور قتل نظیر،
زہری سانپ، فریب محبّت، اور گورکھ دھندا، حضرت بیتاب کی کاوشوں کا نمونہ ہین ۔

بیتاب اور حشر دونون اُصول فن ڈراما کا لحاظ نہین رکھتے ۔ حشر کے ڈرامے گو ادبی لحاظ سے
بہت قابل تعریف ہین مگر مبتذل مذاق اور فحش زبان کی آلودگی سے داغدار ہین ۔ یہی حال حضرت
بیتاب کا ہے ۔

دردِ جگر، باوفا قاتل، محبّت کا پھول، منشی رحمت علی صاحب لاہوری، ڈائرکٹر بمبئی پارسی
تھیٹریکل کمپنی کے قلم کا نمونہ ہین ۔ آپ خود بھی ایکٹر ہین ۔

آتشی ناگ، جوش توحید، دشمن ایمان، نگاہ ناز، جنگ جرمن، غریب ہندوستان،
خود پرست، سُنہری خنجر، رسیلا جوگی، ہمارا خدا اور چمکتی بجلی وغیرہ منشی محمد ابراہیم صاحب
محشر انبالوی کی تصنیفات سے ہین جو آجکل بمبئی کے ایک پارسی تھیٹر کے ڈائرکٹر ہین ۔

یہ دونون حضرات بھی حشر کے قدم بقدم ہین اور انکا انتہائے مقصد عوام سے خراج تحسین حاصل کرنا ہے

دیگر مساعی جمیلہ

اسی زمانہ کے قریب جوبلی کمپنی کھڑی ہوئی اور اُسکے لیے سید عباس علی نے
جو خود بھی ایک بے مثل ایکٹر تھے گلزور زرینہ اور جام جہان نما تصنیف کیے
اس کمپنی کے مشہور ایکٹر جنگلی اور امرت لال تھے جنکی یاد ابتک بہت دلون مین تازہ ہے ۔

آغا شاعر قزلباش دہلوی نے بھی حورِ جنّت کے نام سے ایک ڈرامہ لکھا ہے ۔

لالہ کنور سین صاحب بیرسٹر ایٹ لا نے بھی "برہانڈ" کے نام سے ایک ڈرامہ تحریر فرمایا ہے اسمین
سب سے انوکھی اور نرالی چیز یہ ہے کہ اسکے تمام کیرکٹر اجرام فلکی ہین ۔ آپ کے ڈرامے ابھی اسٹیج پر نہین آئے ہین ۔

حضرت مائل دہلوی اڈیٹر رسالہ زبان کے بھی دو ڈرامے چندر گُپت اور تیغ ستم کافی شہرت
حاصل کر چکے ہین ۔ یہ میرٹھ کی بیاکل کمپنی کے لیے لکھے گئے تھے ۔ اس کمپنی کے مشہور ایکٹر علی اطہر تھے جو اپنے
فن مین یگانۂ روزگار ہین ۔

سید تفضل حسین صاحب ناشر کے ڈرامے تسخیر فرانس جو شیکسپیر کے مشہور ڈرامہ ہنری پنجم کا ترجمہ ہے اور جولیس سیزر باوجود اپنی خامیوں کے اردو ڈرامہ کی ادبیات مین ایک اچھا اضافہ ہین گو اسٹیج کے قابل نہین۔

جناب نور الٰہی اور محمد عمر صاحبان نے بھی جو فن ڈرامہ کے ایک اچھے مبصر اور عمدہ نقاد ہین۔ اس میدان مین قدم بڑھا کر بعض تراجم و تصانیف سے اردو ڈرامہ کی دُنیا مین ایک اچھا اضافہ کیا ہے صاحبان موصوف کے روح سیاست، جان ظرافت، قزاق، بگڑے دل، ظفر کی موت، نامی ڈرامے شایع ہو چکے ہین۔ سپوت، گر پڑ چھالا، اور آ بیل مجھے مار ہنوز طبع نہین ہوے۔

ملک کے مشاہیر اُدبائے اُردو نے بھی اب ڈرامہ کی طرف توجہ کی ہے جس سے امید ہو کہ آیندہ ہندوستان کی غیر تعلیم یافتہ پبلک کی بد مذاقی کی اصلاح ہو سکے گی کیونکہ جو ڈرامہ نویس مقبول خاطر عوام ہین اُنکا مذاق ابتذال مذاق سے ضرور آلودہ ہے اور اسکی وجہ ظاہر ہے۔ انھون نے جو ڈرامے لکھے ہین اُن مین ہندوستان کی غیر تعلیم یافتہ پبلک کے عامیانہ مذاق اور اخذ زر کا بھی لحاظ رکھا ہے۔ اگر وہ ایسا نہ کرتے تو ان کے ڈرامون کو یہ عام مقبولیت حاصل نہ ہوتی۔ چنانچہ اس جدید سلسلہ مین حضرت استادی جناب مولانا عبد الحلیم صاحب شرر کا ڈرامہ شہید وفا۔ حضرت استادی جناب مرزا محمد ہادی صاحب بی۔ اے۔ رسوا کا ڈرامہ مرقع لیلی مجنون۔ جناب مولوی عبد الماجد صاحب بی۔ اے (فلسفی) کا ڈرامہ زود پشیمان۔ جناب مولوی ظفر علی خان صاحب۔ بی۔ اے کا ڈرامہ جنگ روس و جاپان اور جناب منشی احمد علی صاحب شوق قدوائی کے ڈرامے قاسم و زہرہ۔ میفکرن و لوسی اُردو ادبیات کے ڈرامہ کی دُنیا مین قابل قدر اضافہ ہین۔ البتہ ماہرین فن کی راے مین یہ ڈرامے اسٹیج پر آنیکے لیے مزید نظر ثانی کے محتاج ہین۔

ہندی ڈراما

پہلا ہندی ڈراما ہنوش ناٹک ہے جو ۱۸۵۹ء مین گوپال چند معروف بہ گردہر داس نے تصنیف کیا۔ اسکے بعد ۱۸۶۳ء مین شکنتلا، راجہ لچھمن سنگھ اور ودیا سندر ہرش چندر نے لکھے آخر الذکر کے متعدد ڈرامے ہین۔ گو اس سے پیشتر کے بھی چند ہندی ڈرامے ملینگے۔ مگر اُنکی حقیقت رہس سے زیادہ نہین ہے اور بنابرین وہ چندان قابل توجہ نہین۔

اُردو ڈرامہ کے جوش شباب کو دیکھکر بعض حوصلہ مند اور باہمت اشخاص کی طبیعت ہندی کی طرف

مائل ہوئی اور اُنھوں نے ہندی کے احیائے ثانیہ کا بیڑہ اُٹھایا۔ اور اُردو رسم الخط مین ہندی کے الفاظ کی بھرمار کرکے گنگا جمنی اُردو لکھنے لگے بعض اخبارات اس سطح اُردو کے لئے اعلیٰ نمونے پیش کرتے ہین ۔ ہم اس بات کو ضرور تسلیم کرینگے کہ ہندوستانی زبان مین اکثر عربی اور فارسی ثقیل الفاظ کی ٹھونس ٹھانس کرکے اُس کو مولویانہ اُردو بنا دیا گیا تھا مگر فریق ثانی نے غیر مانوس سنسکرت الفاظ کی فضول بھرمار سے غریب اُردو کو پنڈتانہ ہندی کا جامہ پنہا دیا۔

سب سے پہلے اس بدعت کی ابتدا بیتاب کی جانب سے ہوئی۔ جب اس نئے فیشن کے ڈرامہ کو اکثر حضرات نے بنگاہ قدر دیکھا تو آغا حشر نے بھی قلم کا رخ بدلا اور سورداس، بن دیوی، مادھو مُرلی گنگاوترن سیتا بن باس، اور شرون کمار، نامی اُردو نما ہندی ڈرامے لکھ ڈالے۔

لاہور کے کشن چند زیبا اور نانک چند ناز نے متعدد ڈراموں مین اسی طرح طبع آزمائی کی۔ اور غضب یہ کیا کہ پراچین زمانہ کی تہذیب کے نمونے دکھانیکی کوشش مین ڈرامہ کو کرشن لیلا بنا دیا۔

مہابھارت اور راماین کو حضرت بیتاب نے ڈرامہ کے سانچہ مین ڈھالا۔ آخرالذکر گو اسٹیج پر مقبول ہوا مگر بد تہذیبی اور اخلاق سوز مناظر کا نمونہ ہے جسے کوئی شایستہ طبیعت برداشت نہین کرسکتی پنڈت رادھے شیام نے ویر ابھیمنیو کے علاوہ بھی کئی ڈرامے لکھے ہین ۔

بُدھ دیو ماسٹر بشمبر سہائے بیاکل کے قلم کا نتیجہ ہے اور رانا پرتاب، بابو کرشن داس کے قلم کا۔

جناب پنڈت بدری ناتھ بھٹ۔ بی۔اے۔ ہندی لکچرار جامعہ لکھنؤ نے بھی کئی ڈرامے چندر گپت، وین چرتر، تلسی داس اور دُرگاوتی، وغیرہ لکھے ہین جو عوام مین مقبول ہین ۔

دُرگا داس، میواڑ پتن، پرتھوی راج وغیرہ ڈرامے بنگالی سے ہندی مین منتقل کیے گئے ہین منشی پریم چند صاحب نے علاوہ کئی ناٹکون کے حال ہی مین کربلا ناٹک لکھا ہے جو واقعات کی صحت اور زاویۂ نظر کی درستی و اصلاح کا زیادہ محتاج ہے۔

ہندی کے بیشتر ڈرامے وہی ہین جو اُردو مین لکھے جا چکے تھے صرف ہندی لباس پہنا دیا گیا ہے۔

ایک سوردچیہ تھیٹریکل کمپنی قائم ہوئی ہے جو صرف ہندی ڈراما کھیلتی ہے۔ اور چونکہ مختلف روساء و راجگان ہند اس کی سرپرستی کرتے ہین اس لیے اس کمپنی نے اپنا فرض ہندی ڈرامہ کی نمایندگی قائم کرلیا ہے۔ اس کمپنی کے مشہور ڈرامے حسب ذیل ہین:۔

(۱) شقیہ وان ساوتری (۲) بلومنگل (۳) پریم بندھن (۴) بالکرشن (۵) دان ویر کرن

ہریشچندر بنارسی نے بھی بعض معقول ہندی ڈرامے لکھے ہین ان کے علاوہ ہندی ڈرامے مین اور کافی اضافہ ہوا ہے۔

بنگالی ڈراما اسکی ابتداء "یاترا" سے ہے جو ڈرامہ کا مترادف سمجھا جاتا ہے۔ اسکے معنی جانے اور (مذہبی) جلوس کے ہین۔ رام اور کرشن کے واقعات زندگی، رامائن اور مہابھارت کی داستانون کی نمائش بھی اس کے معنون مین داخل ہے "یاترا گویا دورہس" کا قائم مقام ہے جس مین سین سینری اور پردون کی کچھ ضرورت نہین ہوتی۔ چونکہ اس مین عامیانہ مذاق اور فحش زبان کا زیادہ دخل ہوگیا تھا تعلیم یافتہ طبقہ اور بزرگان قوم نے اس کی اصلاح پر کمر باندھی۔ زیادہ زمانہ نہین گذرا تھا کہ تاریخی، سیاسی اور معاشرتی ڈرامون کی کثیر تصانیف و تالیفات سے صوبہ بھر مین ایک نئے احساس کا دور شروع ہوگیا یہ فخر صرف بنگال کو حاصل ہے کہ وہان علاوہ پریس اور پلیٹ فارم کے تھیٹر بھی ایک طاقت ہے جسکا اثر سب سے زیادہ ہے۔ ایکٹری کا پیشہ یہان معیوب نہین ہے چنانچہ بنگالی تھیٹرون مین ایکٹر عموماً تعلیم یافتہ اور گریجوایٹ ہوتے ہین۔ عموماً جہان کہین بھی بنگالیون کی کچھ آبادی پائی جاتی ہے وہان ان کے موسیقی کلب یا تھیٹر ضرور ہوتے ہین جو خاص موقعون اور مذہبی تقاریب پر ڈرامے دکھاتے رہتے ہین اور یہ بات گویا ان کے قومی خصوصیات مین داخل ہوگئی ہے۔

گجراتی اور مرہٹی ڈراما یہ دونون زبانین بھی اپنی ادبی حیثیت کے مطابق ڈرامون سے مالامال ہین مرہٹی ڈرامے اکثر ہندی اور بنگالی ڈرامون کی نقل ہین۔ بعض تاریخی اور سیاسی ڈرامے خاص شہرت رکھتے ہین۔ گجراتی اسٹیج کو ایک ممتاز حیثیت حاصل ہے۔

علاوہ انکے ہندوستان کی اور زبانون مین بھی ڈرامے لکھے گئے ہین اور کھیلے جاتے ہین جنکی تفصیل غیر ضروری ہے۔

یہ امر البتہ قابل افسوس ہے کہ آجکل تھیٹروں اور عام پسند ڈراموں میں تہذیب و اخلاق کا بالکل لحاظ نہیں رکھا جاتا جسکا عامۃ الناس پر سخت برا اثر پڑتا ہے۔ اسکے ذمہ دار مالکان تھیٹر اور اہل قلم دونوں ہیں۔ اس سے بھی زیادہ مذموم بات یہ ہے کہ بعض بنگالی مرہٹی اور ہندی ڈرامے نہایت غلط تاریخی واقعات اور من گھڑت افسانوں پر مبنی ہیں جنکا منشا بجز کسی ایک فریق کی توہین اشتعال اور دل آزاری کے کچھ نہیں معلوم ہوتا۔ کاش اتنی تنگ نظری سے کام نہ لیا جاتا اور اس طرح رکیک خیالات سے ملکی اور قومی مفاد کو تعصب کے دیوتا کی بھینٹ نہ چڑھایا جاتا جو ملکی فلاح و بہبود کیلئے زہر ہلاہل سے کم نہیں ہے۔ ڈراموں کی غایت اصلاح تمدن اور پبلک کی تربیت ہونا چاہیے جو اس کا اصل مقصد ہے یورپ کی گذشتہ جنگ عظیم میں اسٹیج سے بھی پروپگنڈا (تبلیغ) کا زبردست کام لیا گیا تھا اور رائے عامہ کے حسب پالیسی (منشا) خداوندان ذی اختیار ہموار کرنے میں یہ کچھ کم مؤثر ہتھیار ثابت نہیں ہوا

ممالک عرب

مشکوٰۃ شریف میں ایک حدیث ہے۔ لَعَنَ اللّٰہُ الْمُتَشَبِّهِيْنَ مِنَ الرِّجَالِ بِالنِّسَاءِ وَالْمُتَشَبِّهَاتِ مِنَ النِّسَاءِ بِالرِّجَالِ ۔ خدا لعنت کرے ان مردوں پر جو عورتوں کی وضع اختیار کریں اور ان عورتوں پر جو مردوں کی وضع اختیار کریں)۔ اس حدیث شریف سے اس امر کا ثبوت ملتا ہے کہ ممالک عرب میں ڈرامہ ضرور موجود تھا خواہ وہ کسی حالت ارتقا میں ہو مگر مسلمانوں نے اسکو مصداق وَاِذَا مَرُّوْا بِاللَّغْوِ مَرُّوْا كِرَامًا (اور جب کبھی بیہودگیوں کے پاس سے گذرتے ہیں تو نیک لوگوں کی طرح گذر جاتے ہیں) لہو و لعب میں شامل کرکے ممنوع قرار دیا۔ لفظ سَمَر۵۲ اس کی شہادت دیتا ہے کہ عرب میں قصہ خوانی کا فن انتہائی ترقی کر چکا تھا جو بزمانہ اسلام بھی باقی تھا۔

قصہ خوانی کی تفصیل اور پوری تعریف ایرانی ڈرامہ کے باب میں مفصل بیان کی گئی ہے۔

اب چونکہ تمام ممالک عرب زیر سایہ اسلام ہیں اسلیے وہاں ڈرامہ کا تلاش کرنا فعل عبث ہے۔ البتہ ملک شام میں یورپ کی تقلید میں ہر قسم کے ڈرامے دکھلائے جاتے ہیں۔ یہاں تھیٹروں کے مالک اور ایکٹر دونوں بیشتر عیسائی یا دوسرے غیر مسلم ہیں۔

عراق عرب میں بھی جب سے انگریز حکمبردار طاقت (Mandatory Power) کی حیثیت سے حکمران ہیں مغربی تمدن کا اثر بڑھتا جارہا ہے جسکا لازمی اور ضروری جزو تھیٹر ہے۔ یہاں بھی اسکے مالک اور ایکٹر زیادہ تر ارمنی، یہودی اور نصرانی ہیں۔

۵۲ قصہ۔ قصہ پڑھنا۔ رات کو کہانی کہنا۔ ۵۱ قرآن مجید سورۃ الفرقان پارہ (۱۹)

ایرانی ڈراما

قدیم ایرانی آریانسل مین ڈرامہ کے وجود کا پتہ نہین لگتا البتہ بعد کے قومی ترقی کے دورمین بزمانۂ اسلام دو قسم کے ڈرامے پائے جاتے ہین۔ ایک تو مذہب سے تعلق رکھتا ہی اور دوسرے کو نقل کہنا زیادہ موزون ہی۔ اول الذکر بطور تمثیل وضع نہین کیا گیا ہی۔ بلکہ اس کا محرک مذہبی جذبہ ہے۔ بحالت موجودہ ڈرامہ کی دو صورتین ہوسکتی ہین۔ انفرادی اور مجلسی

تمثیل انفرادی مین ایک خاص شخص کسی واقعہ کو نظم یا نثر مین اس طرح بیان کرتا ہے گویا تمام قصہ ناظرین کی آنکھون کے سامنے ہو رہا ہے۔ چنانچہ شمس العلماء مولوی محمد حسین آزاد نے اپنی تصنیف لطیف سخندان پارس مین ایسے شخص کا حال حسب ذیل تحریر فرمایا ہے:—

"ایران کے بازارون اور اکثر قہوہ خانون مین ایک شخص نظر آئیگا کہ سروقد کھڑا داستان کہتا ہے۔ اور لوگون کا انبوہ اپنے ذوق و شوق مین مست اُسے گھیرے ہوئے ہے۔ وہ ہر مطلب کو نہایت فصاحت کے ساتھ نظم و نثر سے مرصع کرتا ہی اور صورت ماجرا کو اس تاثیر سے ادا کرتا ہے کہ سما باندھ دیتا ہی کبھی ہتھیار بھی سجائے ہوتا ہے۔ جنگ کے معرکہ یا غصہ کے موقعہ پر شیر کی طرح بپھر کھڑا ہوتا ہے۔ خوشی کی جگہ اس طرح گاتا ہے کہ سُننے والے وجد کرتے ہین۔ غرضکہ غیظ و غضب عیش و طرب یا غم والم کی تصویر فقط اپنے کلام سے ہی نہین کھینچتا بلکہ خود اُس کی تصویر بنجاتا ہے اسے حقیقت مین بڑا صاحب کمال سمجھنا چاہیے۔ کیونکہ اکیلا آدمی ان مختلف کامون کو پورا پورا ادا کرتا ہی جو کہ تھیٹر مین ایک سنگت کر سکتی ہے ان لوگون کو "قصہ خوان" کہتے ہین۔"

ایسا ہی واقعہ سرجان ملکم نے اپنی کتاب تاریخ ایران مین لکھا ہے:—

"از اسباب و اوضاع سلطنت ایران یکے قصہ خوان است کہ آن را نقال شاہ گویند و صاحب این منصب شخصے باخبر از تواریخ و مستحضر از اخبار و اشعار نوادر و نکات و دقیقہ یاب و نکتہ سنج باید۔ ایرانیان اسباب تماشا بسیار دارند۔ لیکن بنوعے کہ تقلید در فرنگستان رسم است ندارند۔ مگر قصہ خوانان ایشان کہ بہ شخص واحد در حین تقریر حکایات مجلس بالتمام مستند از تبدیل حرکات و تغیر آواز

بمقتضاے حالت اشخاص مختلفہ درحالات عدیدہ مثل غضب وحلم وعقل وعشق وسرور وغم وسلطنت وگدائی، امارت وچاکری، فرمانبری وفرمانروائی در ہر شخص واحد دیدہ می شود"

قصہ خوانی کا پیشہ خاندانی ہوتا ہے۔

جس طرح ہندوستان مین تقاریب شادی وغیرہ مین طائفہ ارباب نشاط جزو محفل سمجھے جاتے ہین اسی طرح ایران مین ایسے موقعون پر قصہ خوان ضروری خیال کیے جاتے ہین جو نثر کو تحت اللفظ پڑھتے ہین اور نظم کو مزامیر کے ساتھ گاتے ہین۔ ان کا طرز ادا یہان کے میراثیون سے ملتا جلتا ہے۔ بعض قصہ خوان خاص خاص قصون کے لیے مخصوص ہوتے ہین جنکے وہ ماہر سمجھے جاتے ہین جیسے شاہنامہ خوان وغیرہ۔

محرم کے دنون مین واقعات کربلا کو ماہرین فن، مجالس عزا مین اس طرح بیان کرتے ہین کہ امام مظلوم کے مصائب کا نقشہ آنکھون مین پھر جاتا ہے اور تمام اہل مجلس نوحہ وبکا مین مصروف ہو جاتے ہین۔ ان لوگون کو ایران مین "روضہ خوان" کہتے ہین۔

ہندوستان مین یہی فرائض، مرثیہ خوان اور سوز خوان ادا کرتے ہین جس طرح ہندوستان مین عزاداری کے لیے امام باڑے مخصوص ہین اسی طرح ایران مین ان مجالس کیلئے عمارات "حسینیہ" ہین۔

تمثیل مجلسی

(۱) تماشا[51]۔ ایران مین ایک جماعت موسوم بہ تماشاچی، لوطی[52] یا عاشق ہوتی ہے جو ملک مین جا بجا گشت بھی لگاتی رہتی ہے کسی قصہ کے اشخاص کی نقل اتار کر قصہ کو سنانا اور سامعین کو خوش کرنا اسکا پیشہ ہے۔ یہ تماشاچی بصورت جماعت اسی طرح کام کرتے ہین جس طرح ہندوستان مین بھانڈون کا طائفہ یا نقال۔ تحت اللفظ اور مزامیر دونون سے کام لیتے ہین۔ دوران تماشہ مین مداری، بازیگر، میمون باز اور خرس باز وغیرہ بھی اپنے کھیلون سے حاضرین کو محظوظ کرتے جاتے ہین جو جزو تماشا ہوتے ہین۔

(۲) تعزیہ۔ جس طرح ہندوستان مین واقعات کربلا کی یاد کو تازہ کرنیکے لیے تعزیہ داری اور علمداری کا رواج ہے۔ تعزیہ، دُلدُل اور تابوت کے ماتمی جلوس نکلے جاتے ہین مجالس عزا

---

[51] تماشا بمعنی کوئی عجیب اور قابل دید چیز۔

[52] لوطی بمعنی رند اوباش اور گنڈا۔

منعقد کی جاتی ہین اسیطرح ایران مین مجالس تعزیہ کا رواج ہے۔

ہندوستان مین تعزیہ سے مراد جناب سیدالشہداؑ کے روضۂ اطہر کی نقل ہے جو بانس اور کاغذ کی نہایت نفیس اعلیٰ درجہ کی صناعی کے ساتھ بنائی جاتی ہے۔ محققین کہتے ہین کہ اسکا موجد امیر تیمور بانی خاندان مغلیہ ہے جسنے روضۂ امام مظلومؑ کی نقل بنوا کر ساتھ رکھی تھی جو آجتک ہندوستان مین تعزیہ داری کے نام سے باقی ہے۔

ایران مین تعزیہ کا مفہوم یہ نہین ہے بلکہ وہان اس سے مراد نقل واقعات کربلا ہے جو ایکٹرون کے ذریعہ سے عملاً دکھائی جاتی ہے۔ اسی کو مجالس تعزیہ یا تماشائے تعزیہ کہتے ہین۔ اس کی ابتدا سولھوین صدی عیسوی کے اوائل مین خاندان صفویہ کے تسلط سے ہوئی ہے جبکہ شیعیت ایران کا عام مذہب قرار پائی اور عزاداری کو سرکاری حیثیت حاصل ہوئی۔ انیسوین صدی عیسوی کی ابتدا تک عزاداری مراثی تک محدود تھی جو خاص موقعون پر صرف وہ لوگ پڑھتے تھے جو شہداؑ کی شبیہ بنتے تھے لیکن جسقدر زمانہ زیادہ گذرتا گیا یہ مرثیہ خوانی تدریجاً ڈرامون کے نظارون مین تبدیل ہوتی گئی جس کی ابتدا عموماً روضہ خوان کرتا ہے۔

ایک وسیع میدان مین چہل درچہل، سی درسی ایک چبوترہ جسے "سکو" کہتے ہین کسیقدر بلند بنایا جاتا ہے۔ یہی تعزیہ کا اسٹیج ہوتا ہے۔ اس چبوترہ کے چارون طرف ایکٹرون کی آمدورفت اور نقل وحرکت کے لیے ۱۰ فٹ عریض راستہ چھوڑدیا جاتا ہے۔ سین سینری اور پردے وغیرہ کچھ نہین ہوتے۔

جس رات کو یہ ہوش ربا منظر دکھایا جاتا ہے اطراف وجوانب عورتون اور مردون کا بہت ہجوم ہوتا ہے۔ یہ سب چبوترہ کے راستہ کے چارون طرف بیٹھ جاتے ہین۔ عورتون اور مردون کی نشست کے مقامات علٰحدہ علٰحدہ ہوتے ہین۔ جنکی رسون سے حلقہ بندی کردیجاتی ہے۔ اور اُنکے آنے جانے کے لیے راستے بھی علٰحدہ ہوتے ہین۔

اس لمکار نظارۂ غم کے شروع ہوتے ہی ایک توپ داغی جاتی ہے ابتداءً بہشتیون اور سقون کے غول کے غول پانی کی مشکین بھرے "دریاولِ لب تشنۂ کربلا" کے نعرے لگاتے داخل ہوتے ہین۔ اس جانگداز نظارہ کو دیکھ کر حاضرین پر اسقدر رقت طاری ہوتی ہے

جسکی کوئی حد نہین۔ نوحہ و بکا ماتم اور سینہ زنی سے آسمان ہل جاتا ہے " ہائے حسین
وائے حسین" کے سوائے کچھ سنائی نہین دیتا۔ آخرمین تعزیہ کے افراد داخل ہوتے ہین۔ انمین
انبیا و عظائم سرور کائنات، خاندان اہلبیت، فرشتون، اصحاب ثلاثہ معاویہ، یزید شمر
اور امیر تیمور لنگ وغیرہ کے ممثل ہوتے ہین۔ ملائکہ، انبیا اور خواتین حرم کے ممثل نقاب پوش
ہوتے ہین۔ جو لوگ شمر و یزید وغیرہ کی نقل بنے ہوتے ہین انپر لعنت و پھٹکار کی کوئی انتہا
نہین رہتی۔ نفرت و حقارت کا اظہار۔ اکثر عملی صورت بھی اختیار کرلیتا ہے۔ اور ممثل
پٹتے پٹتے مرجاتے ہین۔ لہذا احتیاطاً اس غرض کیلئے قیدی طلب کرلیے جاتے ہین۔

تمام ایکٹر اپنا اپنا لباس پہنے اور اسلحہ لگائے ایک ہی جگہ سکوپر جمع رہتے ہین۔ سب کے پاس
اپنا اپنا پارٹ لکھا ہوا موجود ہوتا ہے۔ اگر کوئی ایکٹر پارٹ کرتے کرتے بھول جاتا ہے تو سب
کے سامنے کاغذ نکالکر پڑھ لیتا ہے۔ اکثر اسٹیج ڈائرکٹر جسکو استاد کہتے ہین بتلاتا رہتا ہے۔

محرم کی پہلی دس راتون مین یہ پُر سوز و گداز مناظر جا بجا نظر آتے ہین۔

لڑکون اور عورتون کا پارٹ چھوٹے بچے اور بے ریش لڑکے کرتے ہین۔ متمول اور بڑے

۲۸

بڑے آدمیون کے بچے عموماً اسمین تبرکاً حصہ لیتے ہین۔

اُمرا اور متمولین اپنے اپنے محلون اور مسجدون کے صحنون مین ان ڈرامون کا خاص اہتمام
کرتے ہین۔

عوام الناس اس کے لیے بڑے بڑے چندے جمع کرتے ہین اور بڑی سرگرمی سے اس مین حصہ
لیتے ہین۔

سلطنت کی طرف سے بھی اس کا خاص انتظام کیا جاتا تھا جسمین سفرائے دول خارجہ معززین
اور حکام سرکاری حیثیت سے مدعو ہوتے تھے۔

ان مجالس تعزیہ کو ایران مین عام قبولیت حاصل ہے سر لویس پیلی نے جو خلیج فارس کے
پولیٹکل ریذیڈنٹ تھے ۱۸۷۹ء مین ۵۲ تعزیون (ڈرامون) کا ایک مجموعہ شائع کیا تھا جو انھون
نے زبانی روایات سے مرتب کیا تھا کیونکہ یہ تعزیے باقاعدہ تصنیف نہین کیے جاتے ہین۔

تیاتر تھیٹر (افغان) کا ملک اور اسکا متصلہ علاقہ جب روس کے قبضہ و تصرف مین آگیا تو ۱۸۱۵ء

مین روسی گورنر ایم وارنسوف نے علاوہ دیگر اصلاحات کے شہر طفلس مین ایک تھیٹر یا "تماشہ خانہ" بھی تعمیر کرایا۔ جہان ٹالک فرنگ کے تربیت یافتہ ایکٹر کام کیا کرتے تھے۔

ان تماشون نے اہل قفقاز کو اسقدر فریفتہ کیا کہ وہ اپنے ملک کے ذرائع تفریح کو ذلیل سمجھنے لگے۔ چونکہ اکثر تماشے یوروپین زبانون مین ہوتے تھے جنسے اہل قفقاز پورا لطف نہین اُٹھا سکتے تھے۔ اسلیے بعض چلبلی طبیعتون مین اُمنگ پیدا ہوئی کہ وہ ملکی زبان مین ڈرامہ لکھین۔

ترکی تمثیلات

ان نئی روشنی والون مین سے میدان ڈرامہ نویسی مین جس شخص نے سب سے پہلا قدم بڑھایا وہ "قابودان مرزا فتح علی اخون زادہ" (اخوندزادہ) تھا۔ اس شخص کا باپ مدرس تھا۔ اسی وجہ سے اسکو آخون زادہ کہتے ہین۔ مرزا فتح علی روسی فوج مین افسر تھا اور کپتان کا عہدہ رکھتا تھا۔ چونکہ اسنے علوم مروجہ مین اعلیٰ تعلیم پائی تھی اسلیے اسکو ہر یوروپین چیز بھلی معلوم ہوتی تھی۔ اُسنے اس امید پر کہ اسکے لکھے ہوئے ڈرامے طفلس کے تماشہ خانہ مین کھیلے جائینگے۔ آذری ترکی زبان مین (جو آذربائجانی فارسی اور ترکی زبان کا مرکب ہے) ایک قصہ اور چھ ڈرامے لکھے جو حسب ذیل ہین:—

(۱) مُلا ابراہیم کیمیاگر ۱۲۶۷ھ ۱۸۵۰ء (۲) موسی ژوردان حکیم نباتات (۳) خرس قولدورباسان (۴) وزیر خان سراب (۵) مردخسیس (۶) وکلائے مرافعہ (۷) قصۂ یوسف شاہ سراج۔

بعد ازان ۱۲۷۶ھ ۱۸۵۹ء مین ان تمام تصانیف کو یکجائی طور پر طفلس سے شائع کیا اور اُسکا نام تمثیلات قابودان مرزا فتح علی اخون زادہ رکھا اور جنرل پرنسس کے نام پر ڈیڈیکیٹ (معنون) کیا۔

فارسی تمثیلات

شاہ کجکلاہ ایران فتح علی شاہ قاجار کے بیٹے شہزادہ جلال الدین میرزا نے تاریخ ایران بنام نامۂ خسروان لکھی تھی۔ اور اسکی جلدین اپنے اکثر احباب کو ارسال کی تھین۔ ایک نسخہ میرزا فتح علی کو بھی بمقام طفلس روانہ کیا۔ میرزائے موصوف نے اُسکے عوض اپنی کتاب "مجموعۂ تمثیلات" ارسال کرکے شاہزادہ کا شکریہ ادا کیا اور لکھا کہ اگر ان تمثیلات کا ترجمہ بزبان فارسی ہوجائے تو بہت اچھا ہو۔

شاہزادہ صرف خود ہی صاحب علم نہین تھا بلکہ اہل علم اور صاحبان کمال کا قدردان
بھی تھا۔ اسکی سرکار مین ایک شخص میرزا محمد جعفر قراجہ داغی بھی ملازم تھا۔ جو تحقیق تخلص
کرتا تھا۔ میرزا فتح علی کی کتاب تمثیلات اسکی نظر سے گذری تو بہت محظوظ ہوا اور فوراً قصد کرلیا
کہ ان کا ترجمہ سلیس فارسی مین کیا جائے۔ چنانچہ میرزا جعفر کی کوششون کا پہلا نتیجہ
"ملا ابراہیم کیمیاگر" کے ترجمہ کی صورت مین سنہ ۱۸۷۱ء مین برآمد ہوا۔ اور اسکے بعد موسیٰ ژردان
کا ترجمہ مکمل ہوا۔ اسی اثنا مین اسکے مربی شاہزادہ جلال الدین کا انتقال ہوگیا۔ اور میرزا جعفر
کو سخت مصائب کا سامنا کرنا پڑا۔ باوجود ان پریشانیون کے اسنے ہمت نہ ہاری اور ایک برس کے اندر
میرزا فتح علی کے بقیہ ڈرامے بھی روزمرہ کی فارسی مین منتقل ہوکر شائع ہوگئے۔

بعد ازان سنہ ۱۲۹۱ھ مین چھ تمثیلون اور قصہ یوسف سراج کو ایک ہی جلد مین طہران سے
شائع کیا اور اسکی ایک جلد اصلی مصنف میرزا فتح علی کے پاس بھی جس سے اسکی دور کی عزیزداری
بھی ہوتی تھی بمقام طفلس ارسال کی۔ جسنے کتاب کو بہت پسند کیا اور داد دی۔

۳۰

میرزا جعفر کا زادبوم قراجہ داغ تھا۔ سنہ ۱۸۳۳ء مین پیدا ہوا اور سنہ ۱۸۹۶ء مین انتقال کیا
زمانہ کی ناقدردانی کا شکار رہا اور استقلال سے مشکلات کا مقابلہ کرتا رہا۔

ان تمثیلون کے شائع ہوتے ہی اہل ایران کو بھی فن ڈرامہ کی ترویج و ترقی کا شوق ہوا
اور تھوڑے ہی عرصہ مین بہت سے ڈرامے شائع ہوگئے جنمین سے مشہور حسب ذیل ہین:۔
ہنری چہارم (انگریزی شیکسپیر)۔ طبیب اجباری (فرانسیسی۔ مولیر)۔ تیاتر ضحاک
(ترکی)

رفتہ رفتہ فن ڈرامہ نویسی نے اسقدر ہردلعزیزی حاصل کی کہ مردون کے علاوہ خواتین
بھی اسطرف متوجہ ہوگئین۔ چنانچہ ماہ آفاق الدولہ ہمشیرہ آقائے میرزا اسماعیل خان
آجودان باشی نے نامہ نادری ترکی سے ترجمہ کیا

سنہ ۱۳۴۰ھ مین جرمنی کے پایہ تخت برلن سے تین ڈرامون کا ایک چھوٹا سا مجموعہ تیار کرکے
نامہ سے شائع ہوا جسمین (۱) سرگذشت اشرف خان حاکم عربستان (۲) طریقہ حکومت
زمان خان اور (۳) حکایت سفر کربلا شاہ قلی میرزا شامل ہین۔ ان ڈرامون کا مصنف

میرزا ملکم خان ناظم الدولہ اصفہانی بتایا جاتا ہے لیکن اس نام کا کوئی ایرانی نژاد مصنف نہین ہے البتہ سر جان ملکم ایران مین انگریزی سلطنت کا سفیر تھا جسکی تاریخ ایران بہت مشہور ہے اور جسکا ترجمہ فارسی مین میرزا اسمعیل خان حیرت حاکم کرمان نے کیا ہے۔ ان ڈرامون مین ایرانی حکومت کے معائب اور رشوت ستانی کے سربستہ راز کھولکر دکھائے گئے ہین۔

یہ تو سب کچھ ہوا۔ ہو رہا ہے اور ہوتا رہیگا۔ اب دیکھنا یہ ہے کہ جو غرض ترجمہ نگارون اور ڈرامہ نویسون کی تھی وہ بھی پوری ہوئی یا نہین؟

مرزا جعفر قراجہ داغی اپنی تمثیلات کے مقدمہ مین لکھتا ہے کہ:—

"این بندہ کتابے بزبان ترکی دیدہ فوائد و منافع آن را مشاہدہ کردہ افسوس خوردم کہ چرا [illegible] روزنا اہل ایران ازین استفاضہ محروم ماندہ ایم۔ محض خدمت ہم وطنان وحصول اطلاع از فوائد عائدہ تیاتر و تازگی وخوش طرحی این چیزے بہ ترجمہ آن پرداختہ معروض نظر ارباب کمال می نماید۔ صرف نظر از فوائد عامہ از قول مصنف در ترجمہ عرض خواہ شد فائدہ خاص را نیز درین ضمن مراعات کردہ برخلاف سلیقۂ چیز نویسان قدیم از قید عبارت مغلقہ والفاظ مشکلہ رہانیدہ بزبان عوام وسخنان روان وکلمات مانوس عبارت معروف این کتاب مستطاب را نوشتہ باتمام رسانید۔ کہ بے سواد و باسواد ہر دو بخواندن وشنیدن از فوائد آن بہرہ مند شوند و اطفال مظلوم کہ ہمیشہ برائے یاد گرفتن ترکیب کلمہ و آموختن ہجی و در طئ عبارات مغلق مستغرق و گرفتار اند بخواندن این کتاب کہ بزبان خود آنہا مسطور است خلاصی یافتہ سہولت عبارت ومانوسی سخنان وسیلۂ تشویق و ترغیب آنہا گردیدہ آنچہ کہ میخوانند و می آموزند معنی آنہا نیز فہمیدہ بصیرت وروشنائی حاصل کنند........

ہمچنین کسانیکہ فارس نہ بودہ، ایام قبل سالہا برائے آموختن زبان فارسی زحمت کشیدہ از روے کتب فرس ویا ترجمہ ہائے انجیل و توراۃ تحصیل فارسی می نمودند و بے وقت حرف زدن یا چیز نوشتن (دیدہ وشنیدہ است) کہ چہ میگفتند وچہ می نوشتند ایشان مورد ملامت نیستند امابعد از قرنے زحمت وریاضت از وصول مدعا تہی دست می بودند۔ امیدوارم بخواندن ومداومت این تمثیلات از قیود آن عیوب مستخلص دبرائے تحریر و تقریر ضروری از زحمت کثیر

مستغنی شوند بارے چند انکہ برائے اطفال مملکت فارس خواندن این کتاب ضرورت ندارد
دوحیدان برائے بزرگ و کوچک غیر مملکت فارس مداومت این تمثیلات لازم و در کار است"

مگر بقول شخصے کہ ع

اے بسا آرزو کہ خاک شدہ

اول تو ایران مین تھیٹر کی ابھی ابتدا ہوئی تھی اور تماشائیون کے سامنے تمام سین وسینری کا پیش کرنا نہایت دشوار تھا۔ دوسرے یہ کہ ان تمثیلات مین ملاؤن گنڈے تعویذ والون نجومیون اور سرکاری عہدہ دارون کا بری طرح مذاق اڑایا گیا تھا جنکا اثر و اقتدار آج بھی ممالک مشرقیہ مین نہایت زبردست ہے اسلیے نہ تو بحیثیت ناٹک "ان تمثیلات کو کامیابی ہوسکی، نہ مکتب کے ملاؤن اور مدرسون کے علماء نے انکو اپنے حلقہ ہائے اثر مین گھسنے دیا۔ ہان ممالک غیر نے انکی ادبی حیثیت سے کافی قدر کی اور ان سے استفادہ حاصل کیا۔ یورپ کی اکثر زبانون مین یہ تمثیلات مع ترجمہ شائع ہوچکی ہین اور اسٹیج پر بھی آچکی ہین۔ اور اب ہندوستان کی بھی بعض یونیورسٹیان ان کو داخل نصاب کرنے لگی ہین۔ امید ہے کہ مصنف و مترجم کی محنت رائگان نہ جائیگی۔

اگرچہ مین نے اس مضمون کی ترتیب مین انسائکلوپیڈیا برٹینکا، "تاریخ ملل قدیم مشرق" مصنفہ موسیو سینوبس، مقدمہ "وکرم اُروشی" مولفہ مولوی عزیز مرزا مرحوم، رسالہ "دلگداز" مورخہ نومبر و دسمبر ۱۹۰۸ء و جنوری ۱۹۲۳ء اور دیگر مختلف مستند ذرائع سے بھی کام لیا ہے مگر مین جناب محمد عمر و جناب نور الٰہی صاحبان کے مضمون "ہندوستان کا ڈرامہ" اور جناب قاضی فضل حق صاحب ایم۔ اے۔ پروفیسر گورنمنٹ کالج لاہور کی تمہید "سمرد خصیص" کا خاص طور پر رہین منت ہون۔

محمد عبدالقوی فانی

سرگذشتِ وزیرِ خانِ لنکران

ترجمۂ اردو	فارسی اصل
قصۂ عجیب و غریب کی مفصل کیفیت جو چار مجلسوں یعنی ایکٹوں میں بیان ہو کر ختم ہوتی ہو۔	کیفیتِ تمثیلِ عجیب در چہار مجلس بیان شدہ با تمام میرسد۔
اشخاص ڈرامہ	**افرادِ اہلِ مجالس**
میرزا حبیب۔ خان یا حاکم لنکران کا وزیر	میرزا حبیب۔ وزیرِ خانِ لنکران۔
حیدر۔ وزیر کا فراش	حیدر۔ فراشِ وزیر۔
کریم۔ وزیر کا سائیس	کریم۔ مہترِ وزیر
آقا بشیر۔ وزیر کا ناظر یا گھر کا مختار	آقا بشیر۔ ناظرِ وزیر۔
فراشہائے وزیر۔ چند شخص	فراشہائے وزیر۔ چند نفر۔
زیبا خانم۔ وزیر کی بڑی یا پہلی بیوی	زیبا خانم۔ زنِ بزرگِ وزیر۔
شعلہ خانم۔ وزیر کی چھوٹی اور خوبصورت بیوی جو نسا خانم کی بڑی بہن ہو	شعلہ خانم۔ زنِ کوچک و موگلیِ وزیر کہ خواہرِ بزرگِ نسا خانم است۔
نسا خانم۔ وزیر کی چھوٹی سالی۔ تیمور آقا کی معشوقہ	نسا خانم۔ خواہرِ زنِ وزیر معشوقۂ تیمور آقا۔
پری خانم۔ وزیر کی ساس جو معہ اپنی چھوٹی بیٹی نسا خانم وزیر کے یہاں مہمان ہے۔	پری خانم۔ مادرِ زنِ وزیر کہ با دخترِ کوچکش نسا خانم خانۂ وزیر ند۔
آقا مسعودِ سیاہ۔ وزیر کا حبشی خواجہ سرا	آقا مسعودِ سیاہ۔ خواجۂ وزیر۔
خان۔ شہر لنکران کا حاکم یا صوبہ دار	خان۔ حاکمِ لنکران۔
عزیز آقا۔ خان کے نوکروں کا جمعدار	عزیز آقا۔ پیش خدمت باشیِ خان۔
سلیم بیگ۔ خان کے دربار کا منتظم۔	سلیم بیگ۔ ایشیک آقاسیِ خان۔

قدیر بیگ۔ نائب ایشیک آقاسی و نائب درِ خانہ

صمد بیگ۔ فراش باشیٔ خان۔

عارضینِ دربِ خانہ۔ از مدعی و مدعا علیہ چہار نفر۔

فراشِ درِ خانۂ خان۔ چند نفر۔

عمّال و نجبای ولایت۔ چند نفر۔

غلامان۔ پنجاہ نفر۔

تیمور آقا۔ پسر برادرِ خانِ لنکران عاشقِ نسا خانم

رضا۔ برادرِ رضاعیِ تیمور آقا۔

حاجی صالح۔ تاجر۔

حکیم۔ ساکنِ لنکران۔

قدیر بیگ۔ نائب منتظم دربار اور دربانوں کا داروغہ۔

صمد بیگ۔ خان کے فراشوں کا جمعدار۔

عارضیں دربِ خانہ۔ کچہری کے عرضی دینے والے مدعی و مدعا علیہ چار شخص۔

فراشِ درِ خانۂ خان۔ چند کس۔

عمال و نجبائے ولایت۔ چند کس۔

غلاماں۔ ۵۰ آدمی۔

تیمور آقا۔ حاکم لنکران کا بھتیجہ۔ نسا خانم کا عاشق۔

رضا۔ تیمور آقا کا دودھ شریک بھائی۔

حاجی صالح۔ سوداگر۔

حکیم۔ لنکران کا رہنے والا۔

خلاصۂ مجلسِ اوّل

ساحلِ بحرِ خزر پر شہر لنکران میں حاکم صوبہ کے وزیر مرزا حبیب رہتے تھے جنکی دو بیویاں زیبا خانم اور شعلہ خانم تھیں۔ شعلہ خانم نوجوان بیوی سے وزیر صاحب کو زیادہ محبت تھی۔ عید نوروز کے موقعہ پر وزیر نے شعلہ خانم کو ایک تحفہ دینا چاہا۔ چنانچہ حاجی صالح سوداگر کو بُلوا کر جو ریشم خریدنے رشت جا رہا تھا فرمائش دی گئی کہ وہ وہاں سے آبی رنگ کی ایک صدری سلوا لائے اور اس کے گلے میں ۲۴ عدد طلائی بٹن بھی بنوا کر ٹکوا لائے اس کیلئے ۵۰ اشرفیاں بھی دیدی گئیں۔ حاجی صالح نے رائے دی کہ وہ کپڑا اور بٹن رشت سے لے آئے گا مگر صدری لنکران میں سلوا لی جائے تاکہ جو شخص پہنے اُسکے جسم کی ناپ کے مطابق ہو۔ وزیر نے کہا کہ صدری کا لنکران میں سلوانا مناسب نہیں ہے۔ کیونکہ اگر ایسا کیا گیا تو اُسکی بڑی بیوی زیبا خانم بھی صدری کا مطالبہ کریگی اور بات بڑھ جائیگی۔ اس لئے بہتر ہے کہ سِلی سلائی اور سجی سجائی صدری رشت سے لاکر شعلہ خانم کی نذر کر دیجائے۔ حاجی صالح تعمیل کا وعدہ کر کے چلا گیا۔

اتفاق سے زیبا خانم نے دروازہ کے پیچھے سے سب باتیں سُن لی تھیں۔ سوداگر کے جانیکے بعد دونوں میاں بیوی میں خوب جلی کٹی ہوئی۔ اور اُسی کشمکش میں زیبا خانم نے طعنہ دیا کہ اسکی چہیتی بیوی شعلہ خانم حاکم لنکران کے بھتیجے تیمور آقا سے پھنسی ہوئی ہے اور جب وہ نئی صدری پہنیگی تو اُسکا لُطف تیمور آقا خوب اُٹھائیگا۔ بالآخر یہ قضیہ بڑھا اور وزیر نے اِس تہمت کا ثبوت طلب کیا۔ زیبا خانم نے کہا کہ اس قصہ کو لنکران کا بچہ بچہ جانتا ہے اور خود وہ اور اُسکی کنیز اُسکے عینی شاہد ہیں۔ آغاز عشق کا واقعہ یہ بتایا کہ عیدالفطر کے روز خود وزیر صاحب کی ایما سے شعلہ خانم قلعہ کے نیچے شریف زادوں کی کشتی کا

دنگل دیکھنے گئی تھی وہاں تیمور آقا کا حسن جوانی اور زور و قوت دیکھکر شعلہ خانم کی طبیعت آگئی اور وہ کسی نہ کسی طرح ڈورے ڈالکر اُس سے ملگئی۔ سارا الزام وزیر صاحب کے سر گیا کہ نہ وہ شعلہ خانم کو دنگل دیکھنے کی ترغیب دیتے نہ یہ قصہ ہوتا۔ زیبا خانم یہ بات کہکر بڑبڑاتی ہوئی چلی گئی۔ وزیر کو یقین تو نہیں آیا مگر دل میں شک ضرور پیدا ہوگیا۔ اور اُسنے یہ سوچا کہ کسی صورت سے شعلہ خانم کے دل سے تیمور آقا کے زور و قوت کا خیال نکالدینا چاہیے۔ چنانچہ یہی سوچ رہا تھا کہ دربار جانیکا وقت آگیا اور وہ تیار ہونیکے لیے کمرہ میں گیا۔

اتفاق کی بات کمرہ میں چلپنی پڑی ہوئی تھی۔ جسکے کنارہ پر چلتے وقت بیخبری میں وزیر صاحب کا پاؤں پڑگیا۔ اسکا دوسرا کنارہ اُچھلکر تڑاق سے گھٹنے پر ایسا پڑا کہ وزیر گھٹنا پکڑکر بیٹھ گیا اور تلملا گیا۔ غصہ تو پہلے ہی سے تھا فوراً فراش کو طلب کرکے اُس سے چلپنی کے پڑے ہونیکا سبب پوچھا۔ فراش نے بتایا کہ صبح کیوقت کریم سائیس آیا تھا وہی چھوڑ گیا ہوگا۔ سائیس کی طلبی ہوئی۔ اُسنے سچ سچ بتا دیا کہ وہ غلطی سے چلپنی کمرہ میں بھول گیا تھا اور صبح سے اسوقت تک اسکو تلاش کررہا ہے۔ وزیر نے اسی غصہ میں بشیر آقا کو مع اور تین فراشوں کے طلب کیا اور حکم دیا کہ ڈنڈے اور ٹکٹکی بھی ساتھ لائیں سائیس تو منت خوشامد کرکے بچگیا مگر سارا غصہ غریب داروغہ کے سر گیا اور وہ خوب پیٹا گیا۔ آخر کار بہزار خرابی داروغہ صاحب کی جان بخشی ہوئی اور وعدہ لیا گیا کہ آیندہ وہ نوکروں کی خوب نگرانی کریگا اور وزیر صاحب کے کمرہ میں چلپنی کبھی نہ آنے دیگا۔

مجلسِ اوّل

(پنجاه سال قبل ازین کنارِ دریائے خزر در شهرِ لنکران خانهٔ میرزا حبیب وزیر واقع می شود- وزیر در اُطاق دم اندرون نشسته و حاجی صالح پیشِ روئے او ایستاده است)

وزیر- حاجی صالح شنیدم رشت میروی- راست است؟

حاجی صالح- بلے آقا میروم-

وزیر- حاجی صالح خدمتے بشما رجوع خواهم کرد- بایست انجام بدهی- بجهت همین بود شما را خواستم-

حاجی صالح- بفرمائید آقا- با جان و دل برائے انجام فرمائشاتِ سرکار حاضرم-

وزیر- حاجی صالح! باید یک نیم تنهٔ زری آبی در رشت بدهی بدوزند- تا امروز مثلش را در لنکران ندیده باشند همین که نیم تنه حاضر شد- میدهی به زرگر بیست و چهار دانه دگمهٔ طلائے از تخم مرغ کوچک تر و از تخم کبوتر بزرگ تر درست میکند- و در تکمه اش می دوزند وقتِ برگشتن همراهِ خود بیاور- اینهم پنجاه دانهٔ طلا است- (پولها را در میان کاغذ پیچیده پیشش میگذارد) خرج کن- هرچه کم آمد

پہلا ایکٹ

(یہ سین آج سے ۵۰ سال قبل دریائے خزر یا بحرۂ کاسپین کے کنارے شہر لنکران میں میرزا حبیب وزیر کے گھر واقع ہوتا ہے- وزیر صاحب ایک کمرہ میں جو حرم سرائے سے ملا ہوا ہے بیٹھے ہیں اور حاجی صالح اُنکے سامنے کھڑا ہے)

وزیر- میں نے سُنا ہے کہ تم رشت جا رہے ہو- کیا یہ بات سچ ہے؟

حاجی صالح- ہاں حضور جا تو رہا ہوں-

وزیر- حاجی صالح! میں ایک خدمت تمھارے سپرد کرنا چاہتا ہوں- تمکو چاہیئے کہ اُسے انجام دو- اسی واسطے میں نے تمکو بُلایا ہے-

حاجی صالح- حضور فرمائیں- میں سرکار کی فرمائشیں جان و دل سے پوری کرنیکو حاضر ہوں-

وزیر- (اچھا تو) حاجی صالح! تمکو چاہیے کہ آبی یا نیلے رنگ کی ایک صدری (یا اسکٹ یا نیم آستین) جسپر زری کا کام بنا ہو رشت میں کسی سے سلوا دو- مگر ایسی کہ اُسکا ثانی آجتک لنکران بھر میں کسی نے نہ دیکھا ہو- جب صدری تیار ہو جائے تو کسی سُنار سے کہکر سونے کے ۲۴ عدد تکمے (بٹن) بنوا دو- جو مرغ کے انڈے سے چھوٹے اور کبوتر کے انڈے سے بڑے ہوں- اور یہ بٹن اُس صدری کے گریبان کے گرد ٹکوا دو- لوٹتے وقت اپنے ساتھ لیتے آنا- اور یہ لو ۵۰ عدد اشرفی (اشرفیاں کاغذ میں لپیٹ کر سامنے رکھدیتا ہے) انھیں خرچ کرو- اگر کچھ کمی پڑے

برگشتن در اینجا کار ساز نمی‌شود۔ زود بر میگردی یا خیر؟

حاجی صالح۔ تا یکماہ دیگر بر میگردم۔ کارے ندارم۔ پول نقد می برم، ابریشم بخرم بر گردم۔ اما آقا! اگر اندازۂ تنہ معلوم میشد بسیار خوب بود۔ آنجا کہ بدوزند شاید تنگ و گشاد بشود یا کوتاہ و بلند بیاید۔ در خدمت سرکار مقصر بشوم۔

وزیر۔ عیب ندارد۔ قدرے گشاد و بلند بدوزند اگر اندازہ نیامد اینجا درست می کنند۔

حاجی صالح۔ آقا! نمیشود کہ پارچہ اش را بخرم و دگمہ اش را ہم ہمہ بسازند۔ بیاورم اینجا ہر کس میخواہم بپوشد۔ باندازۂ قد او ببرند بدوزند۔

وزیر۔ اخ ایہا! جندۂ خدا۔ شما ہا عجب عادت کردہ اید بہ زیاد گفتن و اظہار معرفت نمودن۔ مقصودت این است، من مطلب پوشیدہ را بی ساختہ آشکار بشما بگویم۔ تو کہ نمیدانی اگر من آنرا اینجا بہ ہم ببرند بدوزند چہ قیل و قال خواہم افتاد و چہ اوقات تلخی خواہم کشید۔

حاجی صالح۔ خیر آقا! من چہ میدانم۔

وزیر۔ پس من لابد باید پیش از وقت ترا از مطلب خبردار کنم۔ تا بازار رہم کہ رفتی بہر کس رسیدی شہرت بدہی کہ وزیر بمن چنین و چنان خدمت رجوع کردہ است آسائش را بما حرام کنی۔ بگذار این را بشنو عزیز من مطلب این است۔ دو ماہ بعید نوروز و زنانہ ہست

تو واپسی پر حساب صاف کردیا جائیگا۔ جلدی لوٹوگے یا نہیں؟

حاجی صالح۔ دوسرے مہینہ لوٹونگا۔ چنداں کام نہیں ہے۔ نقد روپیہ لیئے جاتا ہوں۔ ریشم خریدا اور لوٹا۔ لیکن حضور! اگر صدری کی پیمائش معلوم ہوجاتی تو بہت اچھا ہوتا۔ کیونکہ اگر وہاں سلوائی گئی تو ممکن ہے تنگ یا ڈھیلی یا چھوٹی بڑی ہوجائے اور پھر میں حضور کے سامنے تقصیروار ٹھہروں۔

وزیر۔ کچھ پروا نہیں! اگر کسیقدر ڈھیلی اور بڑی ہوگئی اگر پیمائش ٹھیک نہ ہوئی تو یہاں درست کرلینگے۔

حاجی صالح۔ کیا حضور ایسا نہیں ہوسکتا کہ میں صدری کا کپڑا خریدلوں اور بٹن بھی بنوالوں اور یہاں لے آؤں؟ جس شخص کو پہننا منظور ہو اُسکے جسم کے مطابق قطع کرکے سی لیں۔

وزیر۔ اخاہ! تم لوگونکو زیادہ باتیں بنانے اور اپنی قابلیت جتانیکی عجیب عادت پڑگئی ہے۔ کیا تیرا منشا یہ ہے کہ میں اپنا پوشیدہ مطلب صاف صاف تجھسے کہدوں؟ کیا تو نہیں جانتا کہ اگر وہ صدری میں یہاں قطع کراکر سلواؤں تو کیسی کیسی چہ میگوئیاں ہونگی، اور نہ معلوم میری زندگی کبتک تلخ رہیگی (جان عذاب میں پھنسی رہیگی)۔

حاجی صالح۔ نہیں حضور! مجکو کیا معلوم؟

وزیر۔ تو اب میرے لئے لازم ہوگیا کہ وقت سے پہلے تمکو تمام مطلب سمجھا دوں۔ تاکہ بازار جاؤ اور جس شخص سے ملو اُس سے یہ نہ کہتے پھرو کہ وزیر نے مجکو فلاں فلاں کام سپرد کیا ہے۔ ہمارا عیش و آرام حرام کردو اور چین سے نہ بیٹھنے دو۔ سنو! عزیز من مطلب یہ ہے کہ دو مہینہ بعد نوروز آنیوالا ہے

میخواہم چیزے غریبہ در عید بہ شعلہ خانم بہ بخشم۔ اگر اینجا بدہم بدو زند، زیبا خانم ہم، یک ہیچ چیزے خواہد خواست بگیرم، اضافۂ خرج است، باو زیبندگی ندارد۔ نگیرم، از قال و قیل خلاص نخواہم شد۔ ہمہ روز مایۂ دردِ سر و اوقات تلخی است۔

حاجی صالح۔ آقا! مگر وقتے کہ دو ختہ اش را بخشیدی، زیبا خانم دیگر مثلِ آنرا نخواہد خواست؟

وزیر۔ اللہ اکبر! عجب گیر افتادیم مرد کہ بتو چہ؟ بتو ہر چہ می گویند تو برو، ہماں طور کن۔ دوقتِ دادن خواہم گفت، خواہرم زن ہدایت خانِ رشتی این نیم تنہ را برائے شعلہ خانم سوغات فرستادہ است۔ آنوقت زیبا خانم نمی تواند مرا مقصر کند۔ این حرفہا را اینجا بکس گفتہ نگفتہ ہا!

حاجی صالح۔ خیر آقا من چہ حد دارم سر شما را فاش کنم۔ لائقِ ریشِ من است؟

وزیر۔ بارک اللہ! دہ برو۔ مرخصی!

[حاجی صالح تعظیم کردہ از اطاق بیرون میرود، پشت سرِ آن زیبا خانم داخل شدہ، آن در بِ طاق را دو دستی سخت باز کردہ داد و فریاد کنان در میشود۔ وزیر ازیں صدا تکان خوردہ، ہولناک، پشت سر نگاہ میکند]

میں چاہتا ہوں کہ عید کے موقع پر کوئی عجیب و غریب چیز شعلہ خانم کو دوں۔ اگر یہ تھا اِسے یہاں دیکر سلواؤں۔ تو زیبا خانم بھی ویسی ہی چیز طلب کریگی۔ اگر لیکر دیتا ہوں تو (ایک تو) خرچ زیادہ ہوتا ہے (دوسرے) اُسپر زیب ندیگی۔ اگر نہیں لیکر دیتا ہوں تو باتیں (طعن و تشنیع) سُننے سے نجات نہ ہوگی۔ روز روز کی بک بک اور بد مزگی کا سامان (پیدا) ہوجائیگا (یعنی مدت تک جان عذاب میں رہیگی)

حاجی صالح۔ لیکن حضور! جب آپ اُسکو (شعلہ خانم کو) سِلی سلائی (صدری) عنایت فرمائینگے تو کیا اُسوقت زیبا خانم ویسی ہی (صدری) طلب نکریگی؟

وزیر۔ اللہ اکبر! کس عذاب میں جان پھنسی ہے؟ آدمی کے بچے! تجھے کیا؟ تو جا اور جسطرح تجھسے کہا جائے ویسا کر دیتے وقت میں کہدونگا کہ میری بہن، ہدایت خاں رشتی کی بیوی نے یہ صدری شعلہ خانم کیلئے سوغات بھیجی ہے اُسوقت زیبا خانم مجھکو برا بھلا کچھ نہ کہہ سکیگی۔ دیکھو جو کچھ میں نے کہا ہے اسمیں سے ایک حرف یہاں کسی سے نہ کہنا! اگر کہہ بھی گذرو تو مکر جانا۔ سمجھے!

حاجی صالح۔ نہیں حضور میری کیا مجال جو حضور کا بھید کھولوں۔ کیا یہ حرکت اس داڑھی کے شایاں ہے!

وزیر۔ بارک اللہ! (خدا برکت دے) بس جاؤ، رخصت!

[حاجی صالح تعظیم کر کے کمرہ سے باہر چلا جاتا ہے اُسکے منہ موڑتے ہی فوراً زیبا خانم دونوں ہاتھوں سے کمرہ کا دروازہ کھولکر کھینچتی ہوئی داخل ہوتی ہے۔ وزیر اس شور سے چونک کر خوفزدہ ہو کر پیچھے کیطرف دیکھتا ہے]

زیبا خانم- برای زنِ سوگلیت نیم تنہ
یخہ دو تکمۂ طلا، فرمائش میدادید،
بارک اللہ بمردیِ شما! خواہید گفت
خواہرم زنِ ہدایت خان برای
شعلہ خانم سوغات فرستادہ است-
بارک اللہ- خواہرت را من میشناسانی
خواہر تو از خسیسی مثلِ تاجرہای اصفہانی
پنیر را توی شیشہ کردہ نانش را
پشتِ شیشہ میکشد- حال ہیچ شدہ است
کہ نیم تنہ پنجاہ و شصت تومانی برای زنِ تو سوغات
بفرستد- یعنی من آن قدر احمقم کہ این را باور میکنم؟
وزیر- ضعیفہ مرا ترساندی- چہ چیز میگوئی؟
چہ سوغات؟ چہ نیم تنہ؟ دیوانہ شدہ
مگر؟
زیبا خانم- ہیچ طفرہ مزن- زبانت را
برنگردان- حرفہا ئیکہ با حاجی صالح
میزدید ہمہ را مو بمو تا آخرش شنیدہ
ام- ہماں ساعت کہ حاجی صالح را خواستی
فہمیدم- بقلبم اثر کرد- آمدم یواشکی
پشتِ آن یکے درِ اطاق قائم شدم-
گوش دادم- دیدم ہماں طور است کہ خیال کردہ
بودم- خدا مبارک کند نیم تنہ یخہ دکمہ طلا برای
زنِ سوگلیت- چشم تیمور آقا روشن- برای سوگلیش

زیبا خانم- اچھا تو آپ اپنی چہیتی بیوی کے لئے
ایک صدری کی فرمائش دے رہے تھے جسکے گلے میں
سونیکے بٹن ٹکے ہوں؟ خدا آپکی جوانمردی میں برکت
دے- بہانہ یہ کرتے کہ میری بہن عنایت خاں کی بیوی
نے شعلہ خانم کیلئے تحفہ بھیجا ہے؟ خدا برکت دے-
اپنی بہن کی باتیں مجھے سناتے ہو؟ وہی بہن جو مارے
کنجوسی کے اصفہانی سوداگروں کی طرح پنیر تو بوتل میں
رکھدیتی ہے اور روٹی کا ٹکڑا بوتل پر رگڑ کر کھالیتی ہے
اور یا اب یہ نوبت پہونچی کہ ۵۰-۶۰ توماں کی صدری
آپکی بیوی کو سوغات بھیجتی ہے- گویا میں اسقدر احمق
ہوں کہ ان باتونکا اعتبار کرلیتی؟
وزیر- اری بڑھیا! مجھکو ڈراتی ہے- کیا بکتی ہے؟
کیسی سوغات؟ کیسی صدری؟ کیا پاگل ہوگئی ہو؟ (شاید
پاگل ہوگئی ہو!)
زیبا خانم- بس فضول باتیں نہ بناؤ (بہانہ نہ کرو)
زبان نہ پلٹو- جو جو باتیں تمنے حاجی صالح سے کی ہیں
وہ میں نے حرف بحرف آخر تک سنی ہیں- جسوقت تمنے
حاجی صالح کو بلایا تھا میں اسی وقت سمجھ گئی تھی
میرے دل میں پہلے ہی خیال گذرا تھا- میں
دبے پاؤں آئی اور اُس کمرہ کے دروازہ کے پیچھے کھڑی
ہوگئی اور سننے لگی- میں نے دیکھا ویساہی ہے جیسا میں نے خیال کیا تھا
اپنی لاڈلی بیوی کو وہ طلائی بٹنوں والی صدری خدا
مبارک کرے- تیمور آقا کی آنکھیں روشن ہیں (وہ اُسکی پیاری

نیم تنهٔ تازه فرمائش رفته است۔ بپوشد پیش چشمش قر بدہد۔

وزیر۔ زنکه چرا حرفِ مفت میزنی۔ تا کی از نام لوطی گفتنِ خود دست برنمیداری۔ هیچ خجالت نمیکشی پیشِ روئے من بعیالِ من تهمت میبندی ناموس مرا بباد میدہی۔ قباحت هم خوب چیزیست در دنیا حیف نباشد۔

زیبا خانم۔ اگر من هم می خواستم ناموسِ ترا باد بدہم۔ یکے ازایں جوانهائے خوشگل و رعنا دست میاوردم۔ با او عشق بازی می کردم۔ ناموسِ ترا زنِ سوگلیت بباد میدہد که شب و روز با تیمور آقا دست بگردن است چند دفعه کنیزم بچشم خود دیده است۔

وزیر۔ (رنگش پریده) من بحرفِ تو و کنیزت هرگز باور ندارم۔

زیبا خانم۔ تنها ما نمیگوئیم۔ همهٔ اہلِ لنکران ایں عمل را میدانند۔ میگویند تو چشمت را روئے هم گذاشته مثل کبک سرت را زیر برف کرده خوب و بد خودت را نمی فهمی خیال میکنی مردم هم نمی فهمند

وزیر۔ ایں حرفها چه چیز است میزنی؟ حلیمه را با تیمور آقا چه مناسبت۔ او را کجا دیده است۔

زیبا خانم۔ خودت نشان داده خود دست نموده

معشوقہ کیلئے ایک نئی صدری کی فرمائش کی گئی ہے وہ اُسکو پہنیگی اور اُسکی آنکھوں کے سامنے ناز و انداز دکھائیگی۔

وزیر۔ او عورت کیوں بک بک کرتی ہے! تیری یہ بیہودہ گفتگو کبتک بند نہ ہوگی؟ تجھکو شرم نہیں آتی میرے ہی مُنہ پر میرے بیوی بچوں کو تہمت لگاتی ہے۔ اور میری عزت برباد کرتی ہے برائی کا سمجھ لینا یعنی حیا سے غیرت بھی دنیا میں ایک اچھی چیز ہے۔ کیا یہ شرم کی بات نہیں ہے۔

زیبا خانم۔ اگر میں تیری عزت کو برباد کرنا چاہتی تو میں ان نوجوانوں میں سے کسی خوبصورت بچیلے مرد سے آشنائی کرلیتی اور اُسکے ساتھ محبت کرتی۔ تیری عزت کو بٹہ تو تیری چہیتی بیوی لگاتی ہے جو رات دن تیمور آقا کے گلے میں باہیں ڈالے پڑی رہتی ہے۔ میری کنیز (لونڈی) نے بھی کئی بار خود اپنی آنکھوں سے دیکھا ہے۔

وزیر۔ (مُنہ فق) میں تیری اور تیری کنیز کی باتوں کا ہرگز اعتبار نہیں کرتا۔

زیبا خانم۔ صرف ہم ہی نہیں کہتے۔ تمام لنکران والے بات کو جانتے ہیں اور کہتے ہیں کہ تمنے تو اپنی آنکھیں بند کرلی ہیں چکور کی مانند اپنے سر کو برف میں دبا رکھا ہے۔ اپنی بُری بھلائی کو نہیں سمجھتے اور خیال کرتے ہو کہ دوسرے بھی نہیں سمجھتے۔

وزیر۔ تو کس قسم کی باتیں کررہی ہے۔ بھلا تیمور آقا کو کیا جانے اُسنے اُسکو کہاں دیکھا ہے؟

زیبا خانم۔ تنے خود پتہ دیا ہے۔ تمنے خود دکھلایا ہے

وزیر۔ (بصدای بلند) من نمودہ ام؟ من نشان دادہ ام؟

زیبا خانم۔ بلے کہ تو نشان دادۂ۔ البتہ کہ خودت نشان دادۂ۔ پس من نشان دادہ ام۔ تو بودی روز عید ماہ روزہ آمدی۔ بزنِ سوگلیت گفتی۔ خان در بیرونِ قلعہ بیگ زادہا را بکشتی می اندازد۔ تو و نسا خانم ہم! خواجہ و کنیز بیائید۔ در مرد رو بپای دیوارِ قلعہ فرش بیندازند بنشینید۔ تماشا بکنید۔ آنہا ہم راہ اُفتادند رفتند۔ آنجا تیمور آقا تازہ جوان بست و پنج سالۂ خوشگل پر قوت ہمہ بیگ زادہا را زمین زدہ۔ شعلہ خانم یکدل نہ ہزار دل عاشق و گرفتار او شدہ۔ دیگر کسے چہ میداند بچہ حیلہ دست آوردہ است اگر یکروز نہ بیندش آرام نہ دارد۔ نہ گفتمت بار ایں سن و سال دخترِ تازہ جوان برای تو شایستہ نیست؟ بحرفِ من گوش نکردی۔ حالا سزا است بکش۔

وزیر۔ خوب است۔ برو گم شو۔ بس است کفایت کرد۔ ولم کن۔ کار دارم۔

زیبا خانم۔ (اللہ اللہ کناں رفتہ زیر لب میگوید) من چرا گم شوم زنِ سوگلیت گم شود وفا معشوقہ بہانہا برای تو خوب اند۔

وزیر۔ (تنہا) عقلم قبول نمیکند کہ شعلہ خانم صاحب ایں عمل بودہ باشد اما احتمالِ کلّی میرود۔ زور و قوتِ تیمور آقا را دیدہ خوشش آمدہ است۔

وزیر۔ (چلاکر) میں نے دکھلایا ہے؟ میں نے پتہ دیا ہے؟

زیبا خانم۔ ہاں تمنے خود پتہ دیا ہے۔ بیشک تمنے خود پتہ دیا ہے۔ بعد میں مینے کہا ہے۔ آپ تھے کہ عید الفطر کو تشریف لائے اور اپنی چہیتی بیوی سے فرمانے لگے کہ خان یعنی حاکم نے فصیل کے نیچے قلعہ سے باہر شریف زادوں کی کشتی کا دنگل کرایا ہے تم بھی مع نسا خانم خواجہ سرا اور لونڈی کے آنا۔ اور قلعہ کی دیوار کے نیچے جو راستہ ہے وہاں فرش بچھا کر بیٹھ جانا اور تماشا دیکھنا۔ وہ بھی اُٹھے اور چل دئے۔ تیمور آقا ٹھہرا ایک خوبصورت اور طاقتور ۲۵ سال کی عمر کا نوجوان اُسنے تمام شریف زادوں کو پچھاڑ دیا۔ (زیر کیا تھا) شعلہ خانم ایک دل تو کیا ہزار جان سے اُسپر عاشق ہوگئی اب کسی غیر کو کیا معلوم کہ اُسنے اس سے کیونکر آشنائی پیدا کی۔ اگر ایک روز بھی نہیں دیکھتی تو چین نہیں پڑتا۔ مینے تمسے کہا نہیں تھا کہ ایک نوخیز لڑکی تمھاری جیسی عمر کے آدمی کیلئے شایاں نہیں ہے؟ مگر تمنے میری ایک نہ سُنی۔ اب تمھاری یہی سزا ہے۔ بھگتو۔

وزیر۔ بہت اچھا چل دور ہو۔ بس اتنا ہی کافی ہے (میں بہت سُن چکا)۔ اب میرا پیچھا چھوڑ۔ مجھے کچھ کام کرنا ہے۔

زیبا خانم۔ (بڑبڑاتی جاتی ہے اور یہ کہتی ہے) میں کیوں گم ہوجاؤں گم ہو تیری چہیتی بیوی اور اُسکا یار۔ وہی تیرے لئے ٹھیک ہیں۔

وزیر۔ (تنہا) میری عقل میں نہیں آتا کہ شعلہ خانم نے اس قسم کی حرکت کی ہو گی۔ مگر اس امر کا پورا شک ہو سکتا ہے کہ تیمور آقا کے زور و قوت کو دیکھکر اُسکو اچھا معلوم ہوا ہوگا

بچہ، جاہل، بے خیال بیش، ایں وآں تعریف
کردہ است۔ زنکہ از حسودی حرف ہائے
اورا بہ دل بستگی نسبت دادہ چاہ
از براش میکند۔ بہر حال می بایست
شعلہ را ازیں صرافت انداخت و بطورے
حالیش کرد کہ تیمور آقا چنداں پُرزور نیست۔
آنہارا کہ زمیں زد، ہمہ بچہ ہائے یک وجبی بودند
شاید باین تدبیر وصف تیمور آقا را از سر خود بیروں کند
دیگر بزبانش نیاورد۔ برخیزم۔ بزم پیش خاں۔ بعد
برگردم بیایم بہ ہم اطاق و ببینم چہ بکنیم۔ (می خیزد۔ برود)
زیبا خانم۔ (اندرون آمدہ) امروز برائے شام و نہار
ہرچہ میل دارید بفرمائید بپزند۔
وزیر۔ زقوم، زہر مار، خوراکی بمن
خوراندی کہ یکماہ دیگر ہم نخورم
باز سیرم۔
(می خواہد برود۔ وسط اطاق غربالے افتادہ
متفکر چشمش بطرف درب میرفتہ پایش را بگوشۂ
کمان غربال گذاردہ، آں سر کماں بلند شدہ
تراق بزانوش می خورد۔ زانوش را
گرفتہ اخم کردہ می نشیند۔ رو بزنش داد
کشیدہ)
اُخ مردم! ایں غلبیر اینجا چہ میکند
پدر سوختہا!

تو عمر ہو، ناداں۔ ناسمجھی سے تیرے میرے آگے تعریف کر بیٹھی
ہو گی۔ یہ عورت دشمنی سے اُن باتوں کو عشق و محبت سے
نسبت دیکر اُسکے لئے کنواں کھودنا چاہتی ہے۔ بہر حال
شعلہ کے دل سے یہ خیال نکلوا دینا چاہیے اور کسی کسی طرح
اُسکو بتا دینا چاہیے کہ تیمور آقا کچھ ایسا زیادہ طاقتور
نہیں ہے۔ جن لوگوں کو اُسنے پچھاڑا تھا وہ بالشت بالشت
بھر کے بچے تھے۔ شاید اس تدبیر سے وہ تیمور آقا کا خیال
دل سے نکال ڈالے۔ اور پھر اُسکا نام زبان پر نہ لائے اچھا اب
میں اُٹھتا ہوں۔ خاں کے پاس جاتا ہوں اور پھر وہاں سے لوٹکر اُسکے (شعلہ کے)
کمرہ میں جاتا ہوں اور دیکھتا ہوں کہ مجھ سے کیا تدبیر ہو سکتی ہے۔ (اُٹھکر چلا جاتا ہے)
زیبا خانم۔ (اندر آکر) آج ناشتہ اور کھانے کے لئے جس چیز
کو طبیعت چاہتی ہو فرما دیجئے تاکہ پکالیں۔
وزیر۔ اینٹ پتھر! کانٹے اور سانپ کا زہر! تمنے
مجکو پہلے ہی ایسی غذا کھلا دی ہے کہ اگر میں دو ایک مہینہ
تک نہ کھاؤں پھر بھی پیٹ بھرا رہیگا۔
(جانا چاہتا ہے۔ کمرہ کے بیچ میں ایک چلنی پڑی تھی
پریشاں دروازہ کی طرف دیکھتا چلا جاتا تھا کہ اُس کا
پاؤں چلنی کے گھیرے کے ایک کنارہ پر پڑتا ہے۔
دوسرا کنارہ بلند ہو کر تڑاق سے گھٹنے پر لگتا ہے۔
گھٹنا پکڑ کر اور مُنہ بنا کر بیٹھ جاتا ہے۔ اور بیوی کی طرف
مُنہ کرکے چلاتا ہے)
اُف! لوگو یہ چلنی یہاں کیوں پڑی ہے۔ اُف!
اُلّو کے پٹھو!! (دوزخی کے بچو)

زیبا خانم - (متعجب) - من چه خبر دارم چه میدانم غلبیر اینجا چه میکند - هر وقت اینجا میائی (می آئی) فحش وجنگ برای ما میاوری (می آوری) نیم تنه را دیگری بپوشد فحشش را ما بشنویم -

وزیر - فراش!

(حیدر فراش از دهلیز به اطاق آمده دست بسینه سر فرود میکند - زیبا خانم رویش را پوشانیده میرود بگوشهٔ اطاق)

وزیر - (خشمناک) حیدر! این غلبیر میان اطاق چه میکند؟

حیدر فراش - آقا! دم صبح اطاق را جارو میکردم کریم مهتر غلبیر دست اش بود اینجا آمد - قدرے حرف زد - برگشت، رفت معلوم میشود غلبیرش را اینجا گذاشته رفته است -

وزیر - آں مهتر قرمساق را صدا کن - (به بینم فراش میرود پے مهتر) الله اکبر! مهتر اطاق من چه کار دارد؟ غلبیر توی اطاق من چه میکند - امروز از هر طرف اوقات تلخی برائے من رو میدهد - هر وقت من این اطاق خراب شده میآیم یک خطر بر میگیردم -

زیبا خانم - البته برائے اینکه شعله خانم اینجا نیست - حالا که هیچ است دیگر چرا اینجا میائی؟ همیشه برو اطاق شعله خانم -

(فراش و مهتر داخل میشوند)

زیبا خانم - (تعجب سے) مجھے کیا معلوم؟ میں کیا جانوں یہ چلنی یہاں کیوں پڑی ہے - جب یہاں آتے ہو ہمارے لئے گالیاں اور لڑائی جھگڑا ہی لیکر آتے ہو - صدری تو کوئی پہنے اور گالیاں ہم سنیں -

وزیر - فراش!

(حیدر فراش دہلیز سے کمرہ میں آتا ہے اور سینہ پر ہاتھ باندھکر سر جھکا کر کھڑا ہو جاتا ہے - زیبا خانم منہ چھپا کر کمرہ کے کونہ میں چلی جاتی ہے)

وزیر - (غصہ سے) حیدر! یہ چلنی کمرہ کے بیچ میں کیا کر رہی ہے؟

حیدر فراش - حضور آج صبح سویرے میں کمرہ میں جھاڑو دے رہا تھا کہ کریم سائیس ہاتھ میں چلنی لئے ہوئے یہاں آیا - کچھ باتیں کیں - لوٹا اور چلا گیا - معلوم ہوتا ہے کہ وہ اپنی چلنی یہیں چھوڑ گیا -

وزیر - دیکھوں تو - بلاؤ اُس پاجی سائیس کو! (فراش سائیس کو بلانے جاتا ہے) اللہ اکبر! سائیس کا میرے کمرہ میں کیا کام - اور چلنی میرے کمرہ میں کیا کر رہی ہے؟ آج ہر طرف سے میرے لئے بدمزگی پیدا ہو رہی ہے - جب کبھی میں اس منحوس کمرہ میں آتا ہوں بغیر حادثہ کے نہیں جاتا -

زیبا خانم - واقعی اس وجہ سے کہ شعلہ خانم یہاں نہیں ہے - اب چونکہ یہی بات ہے تو پھر تم یہاں کیوں آتے ہو؟ ہمیشہ شعلہ خانم کے کمرہ میں جایا کرو -

(فراش اور سائیس داخل ہوتے ہیں)

وزیر - (باکمالِ تغیّر) - پسرہ کریم! تو در اُطاقِ
من چه کار داری؟ جائے تو طویلہ است۔
بچہ جرأت باطاقِ من پا میگذاری؟
پدر سوختہ!

مهتر - آقا من یک دقیقہ آمدہ بودم از حیدر
بپرسم شما امروز سواری می شوید۔ پرسیدم
زود ہم بیروں رفتم۔

وزیر - پس این غلبیر را چرا اینجا انداختہ رفتہ؟

مهتر - غلبیر دستم بود۔ واسطہ اسپہا
جو غلبیر می کردم بدہم۔ فراموشم شد۔
اینجا ماندہ است۔

وزیر - باز چرا نیامدی ببری؟

مهتر - ہیچ عقلم نرسید کہ اینجا ماندہ است۔ از آنوقت
تا حال ہم پئے غلبیر میگشتم۔

وزیر (بمهتر و بعد بفراش) تو عقلت کجا بود حرامزادہ؟
حیدر! آقا بشیر ناظر را صدا کن۔ الآن بیاید اینجا۔
چوب و فلک را ہم باخودت بیاور و سہ نفر فراش ہم
از بیروں بگو بیایند اینجا۔

(فراش بیروں رود)

مهتر - (بنا میکند بلرزیدن و گریہ کنان
میگوید). آقا مرا تصدق بفرمائید
سرِ خان۔

وزیر - (بغیظ ملائم). نفست بگیر۔ پدر سگ!

وزیر - (پوری طرح تیور بدلکر) - کیوں بے ڈونڈے کریم!
میرے کمرہ میں تیرا کیا کام ہے؟ تیری جگہ تو اصطبل ہے۔
تجھکو میرے کمرہ میں قدم رکھنے کی کیونکر جرأت ہوئی؟
دوزخی کے بچے!

سائیس - حضور میں صرف ذراسی دیر کیلئے آیا تھا تاکہ
حیدر سے پوچھوں کہ آپ آج سوار ہونگے یا نہیں۔ پوچھا
اور فوراً باہر چلا گیا۔

وزیر - تو پھر یہ چھلنی یہاں کیوں ڈال گیا؟

سائیس - چھلنی میرے ہاتھ میں تھی تاکہ جو چھانکر گھوڑوں کو
دوں۔ (گھوڑوں کے واسطے جو چھانکر انکو دوں) میں
بھول گیا وہ یہاں رہ گئی۔

وزیر - پھر کیوں واپس آکر نہیں لیگیا؟ (واپس نہیں آیا تاکہ لیجائے)

سائیس - یہ بات میرے ذہن ہی میں نہیں آئی کہ چھلنی
یہاں رہ گئی ہے۔ اُسوقت سے ابتک چھلنی کیلئے مارا مارا پھر رہا ہوں۔

وزیر - (پہلے سائیس سے بعد ازاں فراش سے) - تو حرامزادہ
تیری عقل کہاں گئی تھی؟ حیدر! آقا بشیر ناظر کو آواز دے
کہ فوراً یہاں آئے ڈنڈا اور شکنجی بھی اپنے ساتھ لائے تین
اور فراشوں کو بھی کہدے کہ یہاں آئیں۔

(فراش جاتا ہے)

سائیس - (کانپنے لگتا ہے اور روکر کہتا ہے) - حضور
مجھکو تصدق کر دیجیے خان کے سر
کا واسطہ۔

وزیر - (غصہ سے دھیمی آواز میں) - خاموش! کتے کے بچے!

مہتر۔ (شیون کن) ۔ آقا آقا بانت شوم۔ غلط کردم۔ گہ خوردم۔ مرا بقبر پدرت بہ بخشش۔ غلط کردہ ام۔ با پدرم با مادرم دیگر ہرگز اینجا پا نمی گذارم۔

وزیر۔ خفہ شو تخم خر!

(دریں اثنا آقا بشیر ناظر، حیدر فراش یکدستہ چوب زیر بغلش گرفتہ با فلک و سہ نفر فراش دیگر داخل میشوند۔ تعظیم درمیآورند)

وزیر۔ (بفراشاں) ببندازید ناظر را۔ پاہاش را فلک کنید۔

(فراشہا ناظر را انداختہ۔ فلک را حاضر کردہ پاہاش را فلک میکنند۔ دو نفر فلکہ میگیرند دو نفر چوب برمیدارند)

وزیر۔ بزنید!

(فراشہا میزنند)

ناظر۔ اے آقا جان۔ دور سرت بگردم تقصیرم چہ چیز است مرا میزنند؟

وزیر۔ (باغیظ اشارہ کردہ) ایں غلبیر توی اطاقِ من چہ میکند؟

ناظر۔ چہ غلبیر آقا؟

وزیر۔ چوب کہ خوردی می فہمی چہ غلبیر۔

سائیس۔ (فریاد کرکے) ۔ میں حضور پر صدقہ ہو جاؤں۔ مجھسے غلطی ہوئی۔ میں نے گو کھایا۔ مجھے اپنے باپ کی قبر کا صدقہ چھوڑ دیجیے (حضور کو اپنے باپ کی قبر کا واسطہ مجکو چھوڑ دیجئے معاف کیجئے) مجھسے قصور ہوا۔ میرے باپ سے ہوا۔ میری ماں سے ہوا۔ میں یہاں پھر کبھی قدم نہ رکھونگا۔

وزیر۔ خاموش (حرامی) گدھے کے بچے۔

(اسی اثنا میں آقا بشیر ناظر۔ حیدر فراش لکڑیوں کا گٹھا بغل میں دبائے۔ معہ ٹکٹکی و تین دیگر فراشوں کے داخل ہوتے ہیں اور جھک کر آداب بجا لاتے ہیں)

وزیر۔ (فراشوں سے) ۔ پٹک دو ناظر کو اور اسکے پاؤں ٹکٹکی سے باندھ دو۔

(فراش ناظر کو گرا کر ٹکٹکی لاکر اسکے پاؤں باندھ دیتے ہیں۔ دو آدمی ٹکٹکی تھامتے ہیں اور دو آدمی ڈنڈے اٹھاتے ہیں)

وزیر۔ لگے!

(فراش مارتے ہیں)

ناظر۔ حضور۔ آپکے سر کے قرباں جاؤں۔ میری کیا خطا ہے جو مجھکو پیٹتے ہیں؟

وزیر۔ (غصّے سے اشارہ کرکے) ۔ یہ چلنی میرے کمرہ میں پڑی ہوئی کیا کرتی ہے؟

ناظر۔ کیسی چلنی حضور؟

وزیر۔ جب ڈنڈے پڑینگے تو معلوم ہوگا (سمجھیگا) کہ کیسی چلنی۔

(فراشها میزنند)

ناظر۔ اے اماں! اے داد!! اے دور سرت گردم، آقا، آخر تقصیرِ من چیست؟ اے قربانت شوم تقصیرم را بفرمائید۔ بعد بخواہید، بکشید، مختارید۔

وزیر۔ (بفراشان)۔ وا ایستید! آقا بشیر تقصیرِ تو این است تکلیفِ نوکرانِ درِ خانہ را بآنہا حالی نکردہ۔ ہرکہ این در خانہ خدمت میکند اختیارش باتست۔ بایست جائے ہرکس وکارِ ہرکدام آنہا را خودت بگوئی۔ حالیش بکنی و بفہمانی۔ مہتر جز طویلہ نباید جائے پا بگذارد۔ غربیل نباید ہرگز اطاقِ من بیفتد۔ امروز کریم مہتر غلبیر را دست گرفتہ اطاقِ من آمدہ غلبیرش را اینجا گذاشتہ رفتہ است۔ غفلتاً گوشۂ کمانش را پا گذاردم۔ گوشۂ دیگرش بلند شدہ چنان بزانوم خوردہ کہ حالا ہم از دردِ آن نمیتوانم پایم را حرکت بدہم۔ من در یک ولایتِ بزرگ وزارت کردہ امورش را راہ می برم۔ تو حریف کردنِ یک خانہ و نوکرہائے خانہ را نمی توانی راہ ببری؟

ناظر۔ آقا خدا عقل و فراستِ ترا بزرگ آفریدہ است من از کجا میتوانم مثلِ شما بشوم۔

وزیر۔ (بفراشہا) بزنید۔

ناظر۔ آقا قربانِ سرت! این دفعہ مرا تصدق بفرما

(فراش پٹتے ہیں)

ناظر۔ اے حضور معاف فرمائیے! دُہائی ہے دُہائی!! حضور آپکے سر کے تصدق ہو جاؤں آخر میرا قصور کیا ہے؟ آپ کے قربان جاؤں پہلے میرا قصور تو بتا دیجئے۔ پھر حضور کو اختیار ہے چاہے جان سے مار ڈالیے۔

وزیر۔ (فراشوں سے) ہٹ جاؤ! آقا بشیر تیری خطا یہ ہے گھر کے تمام ملازموں کی نوکری تونے انکو نہیں بتائی جو شخص اس ڈیوڑھی پر ملازم ہو اُسکا اختیار تجھکو ہو۔ تجھکو لازم ہے کہ ہر شخص کی جگہ اور اُسکا کام اُسکو خود تو بتائے اُسکو اطلاع دے اور سمجھائے۔ سائیس کو اصطبل سے باہر قدم نہیں رکھنا چاہیے۔ چلنی میرے کمرہ میں ہرگز نہ پڑی رہنی چاہیے۔ آج کریم سائیس چلنی ہاتھ میں لئے ہوئے میرے کمرہ میں آیا اور چلنی یہیں چھوڑ کر چلا گیا۔ بھولے سے میرا پاؤں اُسکے حلقہ کے ایک کونہ پر پڑا۔ حلقہ کا دُوسرا کونہ اُچھلکر میرے گھٹنے میں ایسا لگا کہ اُسکے درد سے میں اپنے پاؤں کو ابھی تک نہیں ہلا سکتا۔ میں ایک بڑے ملک کی وزارت کرکے اُسکے معاملات کو انجام دیتا ہوں۔ تو ایسا گدھا بیوقوف ہے کہ ایک گھر اور اُسکے نوکروں کا انتظام نہیں کرسکتا؟

ناظر۔ حضور خدا نے آپکی عقل وشعور کو بڑا پیدا کیا ہے میں حضور کی مانند کیونکر ہو سکتا ہوں؟

وزیر۔ (فراشوں سے) پیٹو!

ناظر۔ حضور آپکے قربان ہو جاؤں!! اس مرتبہ تو مجھکو

دیگر ہرگز ہیچو عمل نخواہد شد۔

وزیر۔ بسیار خوب! حالا کہ شرط کرد را کنید۔ بس است۔ آقا بشیر این دفعہ را بخشیدمت۔ اگر من بعد دوبارہ اطاق من غلبیر دیدہ شود خودت را کشتہ بدان ہا۔

ناظر۔ (پاشدہ) بلے۔ خاطرت جمع باشد۔

وزیر۔ دہ بروید۔

مہتر۔ (آہستہ) خدایا شکر۔

(پیش از ہمہ غربیلش را برداشتہ مہتر و سائرین از پشت سرش روان میشوند)

(پردہ می افتد)

صدقہ کرکے چھوڑ دیجیے (معاف کردیجیے)۔ پھر مجھسے ایسی حرکت کبھی نہ ہوگی۔

وزیر۔ بہت اچھا۔ اب اسنے چونکہ وعدہ کرلیا ہی چھوڑ دینا کافی ہی۔ آقا بشیر اس دفعہ تو میں نے تجکو چھوڑ دیا اگر آجکے بعد پھر کبھی میرے کمرہ میں چلنی دیکھی گئی تو خود کو مردہ سمجھنا۔ سُنا!

ناظر۔ (کھڑے ہوکر) ہاں۔ حضور خاطر جمع رکھیں۔

وزیر۔ جاؤ دور ہو۔

سائیس۔ (آہستہ) خدایا شکر ہی تیرا۔

(سب سے پہلے چلنی اُٹھاکر یجاتا ہی باقی سب اُسکے پیچھے پیچھے جاتے ہیں)

(پردہ گرتا ہے)

خُلاصۂ مجلس دُوم

شعلہ خانم کے کمرہ میں تیمور آقا اور نسا خانم دونوں وزیر کے متعلق گفتگو کر رہے ہیں۔ وزیر چاہتا ہے کہ دولت و عزت کی لالچ میں نسا خانم کی شادی خان لنگراں سے کردے۔ نسا خانم تیمور آقا کی نامزد ہے اور دونوں میں محبت ہے۔ تیمور آقا چاہتا ہے کہ وزیر سے نسا خانم کیساتھ اپنی محبت کا حال بیان کردے یا کسی سے کہلادے مگر نسا خانم منع کرتی ہے۔ کیونکہ خان اپنے بھتیجہ تیمور آقا سے بغض رکھتا ہے اور اور کرشتی کسی بہانہ سے اسکو قتل کرا دینا چاہتا ہے۔ وزیر بھی اسلیے ناراض ہے کہ تیمور آقا نے میرزا سلیم کو اپنا میر منشی بنا لیا ہے جو سابق وزیر کا بیٹا ہے۔ نسا خانم اور تیمور آقا دونوں ملکر شعلہ خانم سے باتیں کرنے جاتے ہیں جو اس وقت اپنی والدہ کے کمرہ میں ہے۔ اُنکے بعد زیبا خانم بک بک کرتی ہوئی شعلہ خانم کے کمرہ میں داخل ہوتی ہے۔ لیکن کسی کو وہاں نہ پاکر واپس جانا چاہتی ہے۔ اسی اثنا میں تیمور آقا اور شعلہ خانم باتیں کرتے آتے ہیں۔ زیبا خانم جسکو نکلجانیکا موقعہ نہیں ملتا گھبراکر پردہ کے پیچھے چھپ جاتی ہے۔ تیمور آقا اور شعلہ خانم کمرہ میں آکر باتیں کرنے لگتے ہیں۔ ابھی کچھ دیر نہ گذری تھی کہ نسا خانم جو دیکھ بھال کر رہی تھی دروازے سے سر نکالکر وزیر کے آنیکی خبر دیتی ہے۔ شعلہ خانم اور تیمور آقا گھبرا جاتے ہیں۔ نکلجانیکا موقعہ نہیں ملتا۔ اسلیے تیمور آقا مجبور ہو کر اُسی پردہ کے پیچھے چھپ جاتا ہے جہاں زیبا خانم پوشیدہ تھی۔ وزیر صاحب لنگڑاتے ہوئے داخل ہوتے ہیں اور دونوں میاں بیوی باتیں کرنے لگتے ہیں۔ شعلہ خانم لنگڑا کر چلنے کی وجہ دریافت کرتی ہے۔ وزیر ایک جھوٹا قصّہ بنا کر کہتا ہے کہ آج وہ خان کے دربار میں معہ دیگر اُمرا و وزرا کے بیٹھا تھا۔ تیمور آقا کے زور و قوت کی تعریف ہو رہی تھی جسکی تائید خود خان بھی کرتا تھا۔ مگر اُسنے (وزیر نے) اختلاف کیا اور کہا کہ عید الفطر کے روز جن لوگوں کو تیمور آقا نے پچھاڑا تھا وہ محض بچے تھے۔ وہ اگر چاہے تو اب پچاس سال کی عمر میں بھی تیمور آقا سے کشتی لڑ سکتا ہے۔ یہ بات سُنکر خان نے حکم دیا کہ وہ تیمور آقا سے ابھی کشتی لڑیں۔ چنانچہ اُنھوں نے مجبوراً کشتی لڑی اور تیمور آقا

کہ امیں بیسی طرح زمین پر پٹکا کہ بیچارے کو آدھ گھنٹہ تک ہوش نہ آیا اور فراش لوگ ہاتھوں پر اُٹھا کر اُسکو گھر لیگئے۔ زور کیوجہ سے کمر میں ضرب آگئی ہو اور سیدھا نہیں چلا جاتا ہے یہ قصہ سُنکر تیمور آقا ضبط نہ کر سکا اور بے تحاشا ہنس پڑا۔ اس ہنسی کو سُنکر وزیر گھبرایا اور پردہ اُٹھا کر دیکھا تو پیچھے تیمور آقا اور زیبا خانم نظر آئے۔ تیمور آقا شرمندہ ہو کر سر نیچا کر کے جانے لگا مگر وزیر نے مزاحمت کی۔ جب تیمور آقا مجبور ہوا تو اُسنے وزیر کے پاؤں اور گردنیں ہاتھ ڈالکر گٹھری کیطرح کمرہ کے بیچ میں پھینکدیا۔ اور خود گھر سے باہر نکلگیا۔ اب ایک عجیب دلچسپ منظر پیش ہوا۔ زیبا خانم نے من وعن تمام قصہ سنا دیا۔ اور کہا کہ وہ نکلکر کہنا چاہتی تھی مگر تیمور آقا نے دھمکایا کہ اگر ذرا اُف بھی کی تو خنجر بھونکدونگا۔ شعلہ خانم نے بیان کیا کہ اگر تیمور آقا اُسکے پاس آیا ہوتا تو زیبا خانم کیسا تھ کیوں پکڑا جاتا۔ اُسنے عذر پیش کیا کہ وہ حمام کرنے گئی تھی۔ اسکے پیچھے زیبا خانم نے اپنے یار کو بلایا اور اُسکا کمرہ خالی دیکھکر اُسمیں لے گھسی۔ کہ اتفاق سے وہ خود بے اطلاع واپس آگئی اور دونوں کو کمرہ سے بھاگنے کا موقعہ نہ ملا۔ اسلئے وہ دونوں پردہ کے پیچھے چھپ گئے۔ وزیر بیچارہ سخت حیران تھا کہ اصل معاملہ کیا ہو مگر کچھ سمجھ میں نہ آتا تھا۔ آخر وہی نتیجہ ہوا کہ طویلہ کی بلا بندر کے سر یعنی زیبا خانم پر غصہ اُتارا خواجہ مسعود پر ناراض ہوا اور خاں سے تیمور آقا کی شکایت کرنے گھوڑے پر سوار ہو کر چلا گیا۔

مجلسِ دُوم

(واقع میشود در اُطاقِ شعلہ خانم)

تیمور آقا۔ (با نسا خانم روبرو ایستادہ اند) بگوید ببینم چہ باید کرد۔ وزیر چہ خیالے است او فتادہ است؟ مگر من مردہ ام کہ او بتواند ترا بدیگرے بدہد۔ منظورش از قرابتِ خان چہ چیز است؟

نسا خانم۔ مگر خودت منظورِ اُو را نمیدانی؟ منظورش اختیار، عزت، حرمت۔

تیمور آقا۔ مگر اختیار و عزتے کہ حالا خان باو دادہ است کفایتش نمیکند؟

نسا خانم۔ کفایت ہم بکند۔ بے اعتبار است۔ میخواہد بسببِ قرابت عزت و اختیارش پائدار شود۔

تیمور آقا۔ غریب احمق است۔ گویا کارے کہ خان با نزدیکانش میکند پیش چشم خود نمی بیند۔ باید بہر صورت بایست چارۂ کار را جُست۔ بے جہت نگذاشتید تا حالِ من با و اطلاع بدہم۔ فردا می خواہم آدم بفرستم بپیشش خبر کنم از ین نیت بیفائدہ بیفتد والا خیرش را نمی بیند۔

نسا خانم۔ اے اماں آقا جاں! از ین خیال

دوسرا ایکٹ

(یہ واقعہ شعلہ خانم کے کمرہ میں ہوتا ہے)

تیمور آقا۔ (جو نسا خانم کے روبرو کھڑا ہے) اچھا کہو! دیکھوں اب مجھے کیا کرنا چاہیے۔ وزیر کس خیال میں پڑا ہوا ہے؟ کیا میں مرگیا ہوں جو وہ تمھیں کسی دوسرے کو دیتا ہے۔ خاں سے رشتہ داری پیدا کرنے میں اُسنے کیا فائدہ سوچا ہے؟

نسا خانم۔ کیا تم اُسکا مطلب نہیں جانتے؟ اسکا مطلب ہے اختیار، عزت، حرمت۔

تیمور آقا۔ شاید وہ حکومت اور عزت جو حاکم نے اُسکو اسوقت دے رکھی ہے اُسکے لئے کافی نہیں ہے؟

نسا خانم۔ کافی تو ہے مگر اُسکا کچھ اعتبار نہیں۔ وہ یہ چاہتا ہے کہ بذریعہ رشتہ داری وہ عزت و اختیار پائدار ہو جائے۔

تیمور آقا۔ عجب احمق آدمی ہے۔ کوئی پوچھے کہ جو سلوک کہ خان اپنے رشتہ داروں سے کرتا ہے کیا وہ اُس کو اپنی آنکھوں سے نہیں دیکھتا۔ بہرحال ہمکو کسی طرح سے کوئی تدبیر کرنا چاہیے۔ ابتک تمنے جو اپنا حال اسپر ظاہر کرنے سے فضول روکا۔ کل میں چاہتا ہوں کہ اُسکے پاس آدمی بھیجوں اور کہدوں کہ وہ اپنے اس فضول ارادہ کو چھوڑ دے ورنہ اُسمیں کوئی فائدہ نہوگا۔

نسا خانم۔ اے پناہ بخدا! میری جان آقا یہ خیال

بگفت که هرگز این عمل را نمی توان بوزیر گفت
برای اینکه خیلے وقت است میگوید خان
همیشه برای کشتن تیمور آقا پئے بہانہ میگردد
و من خبر دارم که مکرر دریں خصوص با وزیر
شور کردہ است۔ اگر وزیر محبت میانہ ما را
بفہمد برائے خیر و مصلحت خودش
ہماں ساعت میرود بخاں۔ خبر مے کند کہ
تو بنامزد او چشم دوختہ خصوصاً کہ خود وزیرہم
خیلے از شما رنجیدہ است۔

تیمور آقا۔ ضبط ولایت و خانی پدرم کفایش
نمیکند؟ بقصد کشتنم ہم میافتد۔ خیال خام
کردہ است۔

نسا خانم۔ البتہ شما را مخل کار خود میداند۔
احتیاط میکند وقتے مملکت پدرت را ادعا کنی۔
من خیلے شنیدہ ام۔ بروئے مردم در ماندہ بشما
احترام میگذارد۔ اگر فرصت کند یکروز ترا زندہ
نخواہد گذاشت۔

تیمور آقا۔ ہرگز ہیچ خاکہا نمیتوانند مرا بکشند
اکثر مردم و ہمہ بزرگاں بخاطر خوبیہائے
پدرم، اخلاص قلبی بمن دارند۔ من مرغ
نیستم گوشتم را بخورند۔ خوب!
ایں را بگو کہ من بوزیر چہ کردہ ام
از من برنجد؟

چھوڑ دو۔ ہرگز یہ بات وزیر سے نہیں کہی جاسکتی۔
اسلیے کہ وہ بہت مدت سے کہا کرتا ہو کہ خان تیمور آقا
کو قتل کرنیکے لیے ہمیشہ بہانہ ڈھونڈھتا رہتا ہو۔ اور مجھے
معلوم ہو کہ اس مقصد کیلیے (خاں) کئی بار وزیر سے
مشورہ کر چکا ہو۔ اگر وزیر کو میری اور تمھاری محبت کا
حال معلوم ہو گیا تو اپنی بھلائی اور مصلحت دیکھ کر
وہ خود فوراً خاں کے پاس جائیگا اور خبر کردیگا کہ تمنے
اُسکی (خان کی) منگیتر پر ڈورے ڈال رکھے ہیں خصوصاً ایسی حالت
میں کہ خود وزیر بھی تمسے بیحد رنجیدہ ہو۔

تیمور آقا۔ کیا میرے باپ کا ملک اور حکومت ضبط کرلینا
بھی اُسکے لئے کافی نہیں ہو کہ میرے قتل پر بھی کمر باندھ
رکھی ہو۔ یہ اسکی خام خیالی (بیہودگی) ہو

نسا خانم۔ ہاں وہ تمکو اپنے کام میں حارج سمجھتا ہے۔
اُسکو خیال ہو کہ کہیں تم کسی دن اپنے باپ کے ملک کا دعوی
نہ کر بیٹھو۔ میں نے یہ بات اکثر سنی ہو۔ لوگوں کے سامنے
مجبور ہو کر وہ تمھارا لحاظ کرتا ہو ورنہ کسی روز موقعہ
ہاتھ آجائے تو تمکو ہرگز زندہ نہ چھوڑیگا۔

تیمور آقا۔ اجی ایسے ایسے خانوں کی کیا مجال جو مجھکو
قتل کرسکیں۔ میرے باپ کی خوبیوں کی وجہ سے
اکثر رعایا اور تمام شرفا مجھسے دلی محبت رکھتے ہیں میں
ایسا چوزہ نہیں ہوں جو کوئی میرا گوشت چٹ کر جائے
اچھی کہی! یہ تو بتاؤ کہ میں نے وزیر کا کیا بگاڑا ہے۔
جو وہ مجھسے ناراض ہو؟

نسا خانم۔ شاکہ میرزا سلیم پسر وزیر قدیمی
را پیش خود آوردہ میرزا نش کردہ اید
وزیر ہمچو می فہمد اگر اختیار سے دست شما
بیفتد بیحرف میرزا سلیم ہم پیش افتادہ
جائے پدرش را خواہد گرفت۔ وحالا انبیاش اینست
بخان بگوید از ین ولایت بیرونش کنند۔
تیمور آقا۔ بحرف او نمیتوان میرزائے مرا
بیرون کند۔ نمک پدرم کورش کند
در حق من اینطور بدخیال شدہ است۔
انشاء اللہ ہمہ تدابیرا درا بہم زدہ
بمطلب خود میرسم۔ اما شما ہم راست میگوئید
وزیر نباید ہنوز میل ما را بفہمد۔ شعلہ خانم
کجاست۔ پارۂ حرف تنہا داشتم
بگویمش؟
نسا خانم۔ اطاق مادرم است۔
تیمور آقا۔ نمی شود بروی۔ صدا اش کنی
اینجا؟
نسا خانم۔ مادرم خانہ نیست۔ ہر دو
برویم آنجا۔
تیمور آقا۔ خوب برویم آنجا (ہر دو میروند بعد)
زیبا خانم۔ (داخل اطاق شدہ) اے لکاتہ!
آخر کارت را بجائے رساندہ کہ کنیز مرا
فحش بدہی بستر من بفرستی۔ دختر پدر سگ

نسا خانم۔ تمنے قدیم وزیر کے بیٹے میرزا سلیم کو بلا کر
جو اُسکو اپنا میر منشی بنا لیا ہے اسوجہ سے وزیر کو خیال
گذرتا ہے کہ اگر ملک کی حکومت تمھارے ہاتھ آگئی تو
میرزا سلیم بغیر کچھ کہے سنے اپنے باپ کی جگہہ لیگا اور
اب اُسکا یہ ارادہ ہے کہ خان سے کہے کہ اُسکو ملک بدر
کر دیا جائے۔
تیمور آقا۔ اُسکے کہنے سے میرے میر منشی کو نہیں نکالا
جا سکتا۔ خدا کرے میرے باپ کا نمک پھوٹ پھوٹ کر نکلے
(اُسکو اندھا کرے) جو وہ میری بابت ایسے خراب خیال
رکھتا ہے۔ اگر خدا نے چاہا ہم اُسکے تمام منصوبے خاک میں ملا کر
اپنے مقصد میں کامیاب ہونگے۔ لیکن تم بھی سچ کہتی ہو
کہ ابھی وزیر کو ہماری محبت کا حال معلوم نہ ہونا چاہیئے۔
شعلہ خانم کہاں ہیں؟ میں اُن سے چند باتیں کہنا
چاہتا ہوں۔
نسا خانم۔ میری ماں کے کمرہ میں ہے۔
تیمور آقا۔ ایسا نہیں ہو سکتا کہ تم جاؤ اور اُنکو یہاں
بلا لاؤ؟
نسا خانم۔ میری والدہ گھر میں نہیں ہیں آؤ ہم دونوں
وہیں چلیں۔
تیمور آقا۔ اچھا تو وہیں چلو۔ (دونوں جاتے ہیں اُسکے بعد)
زیبا خانم۔ (کمرہ میں داخل ہو کر) کیوں بالزادی!
آخر تیری حرکتوں کی نوبت یہاں تک پہنچ گئی کہ تو میری
کنیز کو گالیاں دیکر میرے بچھونے لگا دیتی ہے۔ وزیر سے تیرے

ہاپچو ہار کردہ است۔ (می بیند اُطاق کسے نیست
این طرف آن طرف نگاہ کردہ) اخ! این قحبہ
باز بہ بینی کجا۔ فتنہ است۔ خانۂ وزیر خراب بشود
کہ آخر مرا باین روزہا انداخت (می خواہد
برگردد۔ صدائے مرد شنیدہ تکان خوردہ می نشیند)
اے واے۔ صدائے مرد بیگانہ میآید۔ اے ولے
حالا از در داخل خواہد شد۔ چکنم؟ نمی توانم
بیرون بروم ساے ولے۔ چہ خاک بسرم
بریزم (این طرف آن طرف می گردد۔ میرود
پشت پردہ پنہاں میشود۔ بعد تیمور آقا و شعلہ خانم
داخل میشوند)

تیمور آقا۔ مادرت چہ زود برگشت از حمام۔
نگذشت اُطاق او حرف بزنیم۔ اینجا مناسب
نبود۔ حرف خیلے داشتم۔ می شود کہ وزیر باید
اینجا۔

شعلہ خانم۔ خاطرت جمع باشد۔ وزیر نمیتواند امروز
اینجا بیاید۔

تیمور آقا۔ چرا نمیتواند؟

شعلہ خانم۔ برائے آنکہ امروز نوبۂ اُطاقِ
زیبا خانم است۔ از ترس شاطر شود و کولی گری
او ہرگز جرأت نخواہد کرد اینجا بیاید۔

تیمور آقا۔ این حرف حسابی است اما تنہا بہ احتمال
این حرف خاطر جمع نمیتوان شد باید احتیاط را از دست نداد۔

دماغ یہانتک خراب کردیا ہی۔ (دیکھتی ہی کہ کمرہ میں
کوئی نہین ہی۔ ادھر اُدھر نگاہ دوڑاکر) او ہ! دیکھو تو یہ
قحبہ پھر کہیں گئی ہی۔ خدا اس وزیر کا گھر برباد کرے جسنے
مجھے اس حالت (ان بُرے دنوں) کو پہونچا دیا (واپس جانا
چاہتی ہی۔ مرد کی آواز سُنکر سہم جاتی ہی اور بیٹھ جاتی ہی)
اوئی (میری کمبختی ہو) کسی غیر آدمی کی آواز آتی ہے
اوئی (کیسی مصیبت ہے) اب دروازہ سے اندر آجائیگا
کیا کروں؟ باہر تو نہیں جا نہیں سکتی۔ اوئی۔ (ہائے
کس بلا میں پھنسی)؟ اپنے سر پر کیا خاک ڈالوں؟
(ادھر اُدھر پھرتی ہی۔ اور پردہ کے پیچھے جا کر چھپ جاتی
ہی۔ بعد ازان تیمور آقا اور شعلہ خانم داخل ہوتے ہیں)

تیمور آقا۔ تمھاری اماں حمام سے کسقدر جلد واپس آگئیں
اتنا وقت ہی نہ ملا کہ اُنکے کمرہ میں بیٹھکر ہم بات چیت کرتے
یہاں مناسب نہ تھا۔ بہت کچھ کہنا تھا۔ ممکن ہی وزیر
یہاں آجائے۔

شعلہ خانم۔ تم اطمینان رکھو۔ آج وزیر یہاں نہیں
آسکتا۔

تیمور آقا۔ کیوں نہیں آسکتا؟

شعلہ خانم۔ اسلیے کہ آج زیبا خانم کے کمرہ کی باری ہی۔
اُسکے بڑبڑانے اور لعن طعن کرنیکے خوف سے وہ یہاں آنیکی
بالکل جرأت نہیں کر سکتا۔

تیمور آقا۔ یہ بات تو ٹھیک ہی۔ لیکن محض اسی بات پر
اطمینان نہیں ہو سکتا۔ پھر بھی احتیاط کو چھوڑنا نہیں چاہیے

بلکه یکبار سر زده داخل شد۔

شعله خانم۔ آسوده باشید به نسا خانم گفته ام توی دالان بنشیند اگر وزیر پیدا شد بیاید زود ما را خبر کند۔ مگر میترسی؟

تیمور آقا۔ نه۔ من چرا میترسم؟ از که بترسم۔ من از آن آدم ها نیستم از کسے بترسم۔ اما بچندین جهت نمی خواهم وزیر مرا اینجا به بیند۔ برود بخان خبر بدهد۔ اول بعضی فکر ها دارم باید آنها را اتمام بکنم۔

شعله خانم۔ البته باید وزیر این کار ها را نفهمد۔ اگر نه بخان می گوید۔ آنوقت دیگر "خر بیار باقلی بار کن"۔ (در این حال نسا خانم سرش را تو کرده) اے اماں! وزیر آمد۔

شعله خانم۔ (مضطرب شده در رفته نگاه می کند)۔ اے اماں! وزیر کراست بسمت اطاق ما می آید۔ اما تیمور آقا دیگر نه پاے رفتن داری و نه جاے ماندن۔

تیمور آقا۔ پس تکلیف چیست؟ چه باید کرد؟ بلکه اینجا بودن مرا کسے باو گفته باشد۔ بخدا هر کس اینجا آمدن مرا باو گفته باشد باین خنجر شکمش را سفره مانند میکنم۔ (دست به خنجرش میبرد)

بلکہ ایک مرتبہ تو وزیر یہاں دفعتاً سر اٹھائے گھس آیا تھا۔

شعلہ خانم۔ تم اطمینان رکھو۔ میں نے نسا خانم سے کہدیا ہے کہ دالان میں بیٹھے۔ اگر وزیر آجائے تو جلد ہمکو خبر کردے۔ کیا تم ڈرتے ہو؟

تیمور آقا۔ نہیں! میں کیوں ڈروں؟ کس سے ڈروں؟ میں اُن آدمیوں میں سے نہیں ہوں جو کسی سے ڈریں۔ لیکن بعض وجوہ سے میں نہیں چاہتا کہ وزیر مجکو یہاں دیکھے اور جاکر خاں سے کہدے۔ مجکو بعض فکریں ہیں پہلے اُنکو رفع کرنا لازم ہے۔

شعلہ خانم۔ بیشک ایسا نہ ہونا چاہیے کہ وزیر ان باتوں کو سمجھ جائے ورنہ وہ خاں سے جاکر کہدیگا کسی اور وقت گدھا لاؤ اور باقلہ لادیجاؤ۔ (کوئی اور مناسب موقع دیکھکر اپنا کام کرلو اور لوگوں کو بیوقوف بناؤ) (اسی اثناء میں نسا خانم نے اپنا سر کمرہ کے اندر ڈالکر کہا) اوئی پناہ! وزیر آگیا۔

شعلہ خانم۔ (پریشاں ہوکر دروازہ پہ جاتی ہے اور جھانک کر دیکھتی ہے)۔ اوئی پناہ! وزیر سیدھا ہمارے کمرہ کے دروازہ کیطرف چلا آرہا ہے۔ لیکن تیمور آقا تمھارے لیے اب بڑی مشکل ہوئی، نہ تو تم جا سکتے ہو اور نہ ٹھہر سکتے ہو۔

تیمور آقا۔ پھر اب کیا کیا جائے؟ کیا تدبیر ہو؟ غالباً کسی نے میرا یہاں ہونا اُسکو بتا دیا ہے۔ خدا کی قسم جس شخص نے میرا یہاں آنا اُسکو بتایا ہوگا میں اس خنجر سے اُسکا پیٹ کتے کا راتب بنادونگا۔ (خنجر پر ہاتھ ڈالتا ہے)

شعلہ خانم - اے بابام! حالا وقتِ حرف زدن
نیست - بیا برو پُشتِ ایں پردہ - بہ بینم
میتوانم بیک طورے برگردانمش -

(دست پاچہ میرود پشتِ پردہ)

وزیر - (لنگاں لنگاں داخلِ اُطاق شدہ) شعلہ خانم
در چہ کاری؟ احوالت خوش است؟

شعلہ خانم - الحمد للہ! از دولتِ سرِ شما احوالِ من
کہ ہمیشہ خوب است - احوالِ شما چہ طور است؟
خیلے عجب است امروز اینجا تشریف آوردہ اید -
باز چہ طور شدہ است کہ ہمچو میلنگی؟ ابروت را
چرا کج کردہ - خدا بد ندہد -

وزیر - اخ! امروز کارے سرِ من آمدہ کہ مگو
و مپرس - ہرگز خیالم نمیرسید - او قاتم مثلِ سگ
تلخ است - آغا مسعود برو یک قہوہ بپز بیار -

(خواجہ مسعود سر فرود آوردہ
میرود)

شعلہ خانم - بفرمائید - بہ بینم چہ کارے
سرتان آمدہ آقا - خیر - شاید گفتنش طول کشد
اسبابِ زحمتِ شما باشد -

وزیر - خیر طولے ندارد - ایں بود کہ امروز
باچند نفر از بزرگان حضورِ خان نشستہ بودیم
از قوت تیمور آقا صحبت شد - ہمہ گفتند
در ہمہ لشکران بزور تیمور آقا

شعلہ خانم - پیارے (باپ رے)! یہ باتیں کرنیکا
وقت نہیں ہی - آؤ اور اس پردہ کے پیچھے چلے جاؤ -
دیکھوں میں اُسکو کیونکر لوٹا سکتی ہوں -

(پریشان ہوکر پردہ کے پیچھے چلا جاتا ہی)

وزیر - (لنگڑاتا ہوا کمرہ میں داخل ہوکر) شعلہ خانم
کیا کر رہی؟ مزاج تو اچھا ہی؟

شعلہ خانم - خدا کا شکر ہی - آپکے اقبال سے میرا مزاج ہمیشہ
اچھا رہتا ہی - جناب کا مزاج کیسا ہی؟ بڑے تعجب کی بات
ہی کہ آج آپ یہاں تشریف لائے ہیں - لیکن یہ کیا بات
ہوئی جو آپ یوں لنگڑاتے ہیں - تیور کیسے بگڑے ہوے
ہیں - خدا خیر کرے -

وزیر - اُف! کچھ نہ پوچھو آج مجھپر کیا اُفتاد پڑی ہے -
میرے تو خیال میں بھی یہ مصیبت نہ آسکتی تھی میری کتے کی
اوقات ہوگئی ہی (میری زندگی کتے کی طرح دوبھر ہوگئی ہی)
آغا مسعود جاؤ ایک پیالی قہوہ پکا لاؤ - (خواجہ مسعود
سر جھکا کر چلا جاتا ہے)

شعلہ خانم - فرمائیے حضور کیا واقعہ پیش آیا - خیر
جانے دیجیے شاید اُسکے بیان کرنے میں طوالت ہو اور اُسکی
وجہ سے آپکو تکلیف ہو -

وزیر - نہیں واقعہ کچھ زیادہ بڑا نہیں ہی بات یہ تھی
کہ آج ہم مع چند بڑے آدمیوں کے خاں کے حضور میں
بیٹھے ہوئے تھے - تیمور آقا کے زور و قوت پر گفتگو ہو رہی
تھی - سب نے کہا کہ لشکران بھر میں کوئی شخص تیمور آقا کے

کسے بہم نمی رسد۔ خان ہم تصدیق نمود من انکار کردم گفتم
تیمور آقا ہیچ زور ندارد۔ ہر چند در عید ماہ روزہ چند نفر زمین زد
اما ہمہ بچہ بودند تیمور آقا حضور ایستادہ بود۔ خان حرفِ
مرا قبول نکردہ گفت شما بچہ دلیل ثابت میکنی؟ جواب دادم کہ
لائق شان من نیست و الا در این پنجاہ سالگی
با تیمور آقا کشتی می گرفتم زمینش میزدم
میدیدید۔ خان ہم کہ ہمیشہ این قبیل کارہا
را شوق دارد فرمود حکماً باید با تیمور آقا
کشتی بگیرم۔ من ہم چارہ ندیدہ پا شدم
دست ہم گرفتیم۔ غیرت بمن زور آوردہ
دقیقہ نگذشتہ تیمور آقا را پیش لنگ
کشیدم۔ دیگر نمیدانم چہ طور زمینش
زدہ ام کہ طفل بیچارہ بے حس
افتادہ روے زمین نفسش بستہ
اینقدر شد کہ بعد از نیم ساعت
حال آمد۔ از زور استخوان کمرم
ضرب خوردہ بشدت درد می کند۔
از اں جہت است نمی توانم درست راہ
بروم۔

شعلہ خانم۔ (خنداں شدہ)۔ اے مرد عزیز
این چہ کار است کردۂ؟ بلکہ بچہ مردم میافتاد
میمرد، روزگار مادرش سیاہ میشد۔

وزیر۔ بلے خودم خیلے پشیمان شدم۔ اما چہ فائدہ

زور و قوت کو نہیں پہونچتا۔ خان نے بھی اس بات کی
تصدیق کی۔ میں نے انکار کیا اور کہا کہ تیمور آقا میں
خاک زور نہیں ہے۔ اگرچہ عید الفطر کے روز اس نے
چند آدمیوں کو پچھاڑ دیا تھا مگر وہ سب ننھے بچے تھے۔
تیمور آقا بھی سامنے کھڑا تھا۔ خان نے میری بات کو
قبول نہ کیا اور کہا کہ تم یہ بات کس دلیل سے ثابت کرتے ہو
میں نے جواب دیا کہ میری شان کے خلاف ہے ورنہ اسی
پچاس سال کی عمر میں تیمور آقا کے ساتھ کشتی لڑتا اور آپ
دیکھ لیتے کہ اسکو زمین پر پچھاڑ دیتا۔ خان نے جسکو اس قسم
کی باتوں کا ہمیشہ شوق رہتا ہے فرمایا کہ میں حکم دیتا ہوں
کہ تم تیمور آقا سے کشتی لڑو۔ میں بھی مجبور ہو کر کھڑا ہو گیا
ہمنے ہاتھ ملائے غیرت کی وجہ سے مجھ میں قوت پیدا ہو گئی
ایک لمحہ نگذرا تھا کہ میں نے تیمور آقا کے ٹنگڑی لگا دی۔
پھر میں نہیں جانتا کہ میں نے اسکو کس طرح پٹکا کہ بیچارہ
بچہ بیحس و حرکت ہو کر زمین کا پیوند ہو گیا اور
یہاں تک سانس رک گئی کہ ہم اسکو نصف گھنٹہ بعد ہوش
آیا۔ زور لگانے سے میری کمر کی ہڈی میں چوٹ آگئی ہے
اور سخت درد ہوتا ہے یہی وجہ ہے کہ میں سیدھا
نہیں چل سکتا۔

شعلہ خانم۔ (ہنسکر)۔ پیارے میاں آپنے یہ کیا کام کیا؟
اگر کہیں یہ آدمی زادہ گر کر مرجاتا تو اسکی ماں کی زندگی
تاریک ہو جاتی۔

وزیر۔ ہاں میں خود بہت شرمندہ ہوں لیکن اب کیا فائدہ

بچو اتفاق افتاد؟

شعلہ خانم۔ خوب۔ پس بیچارہ ہانجا ماندے زمین ماند۔ تو پا شدی آمدی، حضرت را ہمین نشان بدہی؟

وزیر۔ خیر۔ فراشہا کول گرفتند۔ بردند پیش مادرش۔

(از این حرفہا تیمور آقا نمیتواند از خندہ خود داری کند۔ پق میخندد۔ وزیر زود پا شدہ میرود پردہ را بلند کردہ۔ زیبا خانم تیمور آقا را پشت پردہ دیدہ، ماتش میبرد۔ شعلہ خانم ہم از دیدن زیبا خانم متحیر میماند)

وزیر۔ سبحان اللہ! این چہ دیگر اوضاع است؟

(رودش را بہ تیمور آقا کردہ فریاد میزند) آقا شما اینجا چہ میکنید؟

(تیمور آقا سرش را پائین انداختہ باز)

آخر بگو، بہ بینیم شما کجا؟ اینجا کجا؟ اینجا چہ میکردی؟ کارت چہ بود؟

(تیمور آقا جواب نمیدہد۔ از پشت پردہ بیرون آمدہ سرش را پائین انداختہ میخواہد برود)

وزیر۔ (بازوش را گرفتہ) نمیگذارم بروی تا نگوئی اینجا چہ میکردی بگو۔

تیمور آقا۔ (بازوش را تکان دادہ) ول کن۔

وزیر۔ (سخت تر چسپیدہ) محال است نمیگذارم

اب کیا فائدہ؟ اتفاق تھا ہو گیا۔

شعلہ خانم۔ خوب! ہاں تو وہ بیچارہ وہیں زمین پر پڑا رہا۔ تم اٹھکر یہاں چلے آئے تاکہ اپنے اس ہنر کا حال مجھسے بیان کرو؟

وزیر۔ نہیں۔ فراشوں نے اسکو شانہ پکڑکر اٹھا لیا اور اسکی ماں کے پاس لیگئے۔

(اس بات پر تیمور آقا ہنسی ضبط نہیں کرسکتا۔ ہنس پڑتا ہے۔ وزیر فوراً اٹھکر جاتا ہے اور پردہ کو اٹھا دیتا ہے پردہ کے پیچھے زیبا خانم اور تیمور آقا کو دیکھکر حیرت سے دم بخود رہجاتا ہے۔ شعلہ خانم بھی زیبا خانم کو دیکھ کر حیران رہجاتی ہے)

وزیر۔ سبحان اللہ! یہ نیا معاملہ کیا ہے؟

(تیمور آقا کی طرف منہ کرکے چلاتا ہے) جناب! آپ یہاں کیا کر رہے ہیں؟

(تیمور آقا سر نیچا کر لیتا ہے۔ پھر وزیر کہتا ہے)

آخر کچھ تو کہیئے! دیکھوں تو آپ کہاں اور یہ جگہ کہاں؟ یہاں کیا کرتے تھے؟ تمہارا کیا کام تھا؟

(تیمور آقا جواب نہیں دیتا۔ پردہ کے پیچھے سے نکلکر سر جھکائے نکلجانا چاہتا ہے)

وزیر۔ (اسکا بازو پکڑکر) میں نہیں جانے دونگا جبتک کہ تو یہ نہ بتائیگا کہ یہاں کیا کر رہا تھا۔ ہاں بتا۔

تیمور آقا۔ (بازوؤں کو جھٹکا دیکر) چھوڑو (جانے دو)

وزیر۔ (اور زیادہ لپٹ کر) ناممکن ہے میں تجھے نہیں

بروی تا جوابم را ندہی ۔

(تیمور آقا تنگ آمدہ، با یکدست پشت گردنش چسپیدہ، بادستِ دیگر پاچہ اش را گرفتہ، از زمین بلند کردہ، میانداز دش در وسطِ اُطاق مثل پلاس پہن شدہ، زود از در بیرون جستہ میرود)

وزیر۔ (بعد از لمحۂ حال آمدہ رو بہ زیبا خانم کردہ) اے لوند! دیگر این چہ بلاے بود سر من آوردی؟

زیبا خانم۔ مگر من بسرت آوردم۔ بمن چہ دخل دارد۔ اے بیچارہ از کجا خبر داری۔

وزیر۔ (خشمناک) نفست بگیر و لکاتہ! زبان درازی مکن۔ دیگر شناختمت۔ اینہمہ ہنرہا کارِ خودت بودہ است۔ انشاء اللہ خدمت شما میرسم۔

زیبا خانم۔ اے بیچارہ آخر بگو ببینم برائے چہ خدمتِ من میرسی۔ خلافِ شرع کردم۔ فاسق گرفتم۔ خانہ کسے رفتم۔ دزدی کردم۔ ہیزی کردم۔ چہ کردم؟

وزیر۔ سلیطہ! دیگر می خواہی چہ بکنی؟ بالاتر از اینکہ با ہمچو گردن کلفتے پشتِ پردہ دیدمت؟

زیبا خانم۔ اے بیچارہ۔ از زنت شعلہ خانم

جانے دونگا جبتک تو میری بات کا جواب نہ دیگا۔

(تیمور آقا تنگ آکر ایک ہاتھ گدی کے پیچھے جاتا ہے اور دوسرے ہاتھ سے وزیر کی ٹانگ پکڑ کر اسکو زمین سے اٹھا کر کمرہ کے بیچ میں پھینکدیتا ہے جو اسیطرح عرض میں پھیل جاتا ہے جیسے کپڑوں کی گٹھری۔ پھر فوراً دروازہ کے باہر کود کر چلا جاتا ہے)

وزیر (تھوڑی دیر بعد جب حواس درست ہوئے زیبا خانم کی طرف منھ کرکے) او حرامزادی! یہ دوسری کیا مصیبت ہے جو تو مجھپر لائی ہے؟

زیبا خانم۔ کیا تیرے پہ مصیبت میں لائی ہوں؟ مجھکو کیا تعلق؟ ننھے بچے ہیں بیچارے انکو کیا خبر۔

وزیر۔ (غصہ میں) خاموش حرامزادی! زبان درازی نہ کر۔ اب میں پہچان گیا ہوں کہ یہ تمام بیہودہ کرتوت تیرے ہی ہیں۔ انشاء اللہ دیکھ تو تجھکو کیسی سزا دیتا ہوں تیری کیسی خدمت کرتا ہوں)۔

زیبا خانم۔ اے میاں بتاؤ تو آخر مجھکو کس بات کی سزا دوگے؟ کوئی فعل خلاف شرع کیا ہے؟ کوئی یار آشنا کر لیا ہے؟ کسی کے گھر چلی گئی ہوں؟ کوئی چوری کی ہے؟ کوئی گناہ کبیرہ کیا ہے؟ کیا کیا ہے؟

وزیر۔ بدزبان عورت! کیا اب کچھ اور کرنا چاہتی ہے؟ کیا اس سے بھی زیادہ کہ ایسی موٹی گردن والے مسٹنڈے کیساتھ میں نے تجھکو پردہ کے پیچھے دیکھا ہے؟

زیبا خانم۔ اے میاں اپنی بیوی شعلہ خانم سے

بپرس کہ آدم بیگانہ توی اطاقش چہ میکرد ؟
وزیر - اے کوی ! اول تو خودت جواب مرا بدہ
کہ با نامحرم پشت یک پردہ چہ میکردی ؟
زیبا خانم - بسیار خوب ! اول من میگویم
بعد او بگوید - بہ بنیم چہ خواہد گفت ؟
زنت شعلہ خانم کنیز مرا فحش دادہ
بود - من آمدہ بودم بپرسم چرا با اندازہ
گلیمت دراز نمی کنی - کنیز من نانی خور
تو کہ نیست چرا فحشش میدہی ؟
آمدم دیدم نیست - می خواستم برگردم
دیدم شعلہ خانم با مردے صحبت کنان
از آں سر رو بطرف اطاق میآید
دست پاچہ شدم - نتوانستم بیروں بروم
رفتم پشت پردہ قائم شدم - بہ بینم
اینجا چہ خواہند کرد، بعد خبرت کنم -
علی الخصوص کہ سر برہنہ ہم بودم نمیتوانستم
روئے وا از پیش روئے نامحرم دا ایستم اتفاقاً
شما رسیدید - وقتیکہ نزدیکتر شدی آنہم چارہ ندید
خواست از شما رو پنہاں کند - آمد پشت پردہ قائم شد تا تو بری
وزیر - اگر راست میگوئی چرا آنوقت بیروں
نیآمدی مرا خبر کنی ؟
زیبا خانم - مگر توانستم بیروں بیا مدم -
میگفت حرف زدی خنجر را تا دستہ توی

ایک غیر آدمی اُسکے کمرہ میں کیا کر رہا تھا -
وزیر - ٹھہر جا ہی ! پہلے تو خود مجھکو جواب دے کہ پردہ
کے پیچھے تو ایک غیر (نا جائز) مرد کیسا تھ کیا کر رہی تھی ؟
زیبا خانم - بہت اچھا ! پہلے میں کہتی ہوں بعد میں
وہ کہے - دیکھیں وہ کیا کہتی ہے - تمہاری بیوی شعلہ خانم
نے میری لونڈی کو گالیاں دی تھیں - میں اُس سے
یہ پوچھنے آئی تھی کہ ہوی اپنی حیثیت سے باہر کیوں ہوتی ہو
(اپنی کمبلی کے اندازہ کے مطابق کیوں نہیں پاؤں
پھیلاتی ہو) میری لونڈی تمہاری روٹی تو کھاتی نہیں پھر
کیوں گالیاں دیتی ہو - میں نے آکر دیکھا کہ وہ یہاں نہیں
ہے - چاہتی تھی کہ لوٹ جاؤں میں - نے دیکھا کہ شعلہ خانم
ایک آدمی سے باتیں کرتی ہوئی اُس طرف کمرہ کی طرف چلی
آتی ہے - میں گھبرائی - باہر جا نہیں سکتی تھی اسلیے پردہ کے
پیچھے جاکر کھڑی ہو گئی تاکہ دیکھوں یہ لوگ کیا کرتے ہیں اور
بعد میں اُسکی اطلاع آپکو کر دوں - خاصکر جو نہ میں ننگے سر بھی
تھی اسلیے بے نقاب ایک نامحرم کے سامنے ٹھہر نہ سکتی تھی -
اتفاق سے آپ آگئے جب آپ قریب پہونچگئے تو اُسکو بھی کچھ اور
نہ سوجھا - چاہتا تھا کہ آپسے منہ چھپائے اسلیے وہ بھی آیا اور
پردہ کے پیچھے کھڑا ہو گیا تاکہ آپ چلے جائیں -
وزیر - اگر تو سچ کہتی ہو تو کیوں اُسی وقت باہر نہ آئی
کہ مجھسے کہدیتی ؟
زیبا خانم - میں نے تو باہر آنا چاہا مگر نہ آسکی - وہ کہتا
تھا کہ تو نے ذرا بات کی اور میں نے دستہ تک خنجر پترے

دلت فرود میکنم۔
وزیر (تاملے کردہ رو بشعلہ خانم می کند) ۔ شعلہ
راستش را بگو۔ این آدم پیش تو آمدہ بود؟
شعلہ خانم ۔ این زن شما مثل طوطی وِل گفتن
و بہرزدن، دروغ گفتن را عادت دارد۔ من
آنمرد کہ راہرگز ندیدہ ام و نمی شناسمش۔
وزیر ۔ چرا نمی شناسی؟ تیمور آقا را ندیدہ؟ خیلے
خوب میشناسیش۔
شعلہ خانم ۔ تیمور آقا اینجا چہ میکرد؟ مگر تیمور آقا را
شما زمینش زدہ پیش مادرش نفرستادہ؟
وزیر ۔ دہ! ہے فضول!! حرفِ مرا جواب بدہ۔
پس ازاین قرار تیمور آقا پیش تو آمدہ بود؟
شعلہ خانم ۔ خیر۔ ببخشید۔ تیمور آقا اگر پیش من
میآمد مرا با او یکجا میدیدی زیبا خانم میدانست
من امروز حمام رفتہ ام۔ خیال کردہ است
اطاق من خالی افتادہ۔ خواستہ است
معشوقش را بیاورد اینجا۔ مشغول خوش
گذرانی بشود۔ چونکہ امروز نوبۂ اطاق او بود
کہ شما تشریف ببرید۔ نتوانستہ است اطاق خودش
ببرد۔ اتفاقاً حمام آب نداشت۔ ما ہم بے خیال
برگشتیم۔ آمدیم خانہ۔ ما کہ بیخبر رسیدہ ایم نتوانستند
پیش روے ما در بروند۔ ہر دو رفتہ اند پشت پردہ
ہم عیش و نوش کردہ باشند و ہم قائم شدہ باشند

دل میں بھونکا۔
وزیر ۔ (چپ ہوکر شعلہ خانم کی طرف مخاطب ہوتا ہے)
شعلہ سچ سچ کہہ کیا یہ مرد تیرے پاس آیا تھا؟
شعلہ خانم ۔ تمھاری یہ بیوی طوطے کیطرح فضول گوئی
بک بک کرنے اور جھوٹ بولنے کی عادت رکھتی ہے۔ میں نے
اُس مرد کو ہرگز نہیں دیکھا۔ نہ میں اُسکو پہچانتی ہوں۔
وزیر ۔ کیوں نہیں جانتی؟ کیا تو نے تیمور آقا کو نہیں دیکھا؟
تو اُسکو خوب جانتی ہے۔
شعلہ خانم ۔ تیمور آقا کا یہاں کیا کام تھا؟ کیا تمنے اُسکو
زمین پر پٹک کر اُسکی ماں کے پاس نہیں بھیجدیا تھا؟
وزیر ۔ دہ! فضول باتیں نہ کر میری بات کا جواب دے
کیا اس بات کے بعد تیمور آقا تیرے پاس آیا تھا۔
شعلہ خانم ۔ نہیں! معاف فرمائیے۔ اگر تیمور آقا میرے پاس
آیا ہوتا تو آپ ہم دونوں کو ایک جگہ دیکھتے۔ زیبا خانم
جانتی تھی کہ میں حمام کرنے گئی ہوں۔ سوچا ہوگا کہ میرا کمرہ
خالی پڑا ہوا ہے۔ چاہا کہ اپنے معشوق کو یہاں لائے اور
مزے اُڑائے۔ چونکہ آج اُسکے کمرہ کی باری تھی اور آپ اُس
تشریف لیجاتے اسلیے اپنے کمرہ میں نہ لیجا سکی۔ اتفاق کی بات
حمام میں پانی نہیں تھا۔ ہم بھی بغیر کسی خیال کے لوٹ آئے۔
اور گھر پہونچے۔ چونکہ ہم بغیر اطلاع آگئے تھے اسلیے وہ
ہمارے سامنے نکل کر نہ جاسکے۔ دونوں پردہ کے پیچھے
چلے گئے کہ وہیں مزے اُڑائیں اور اسوقت تک چھپے رہیں
کہ جب میں کہیں باہر چلی جاؤں تو وہ بھی موقعہ دیکھ کر

تا وقتیکه من بیرون نی جائے بدرم، فرصت گیر بیارند، در روند۔ راستش این است عقلت را بسرت جمع کن۔ بگر این بیحیا گول مخور، درباره من ناحق بد گمان مباش۔

زیبا خانم۔ (فریاد کنان بشعله خانم) ای بد ذات! اینها چه حرفها ست پیش خود میسازی؟ اسم خودت را سر من میگذاری۔ وای وای! من خود را میکشم بخدا

شعله خانم۔ بد ذات خودتی الکاته هم هستی۔ میخواهی خودت را بکش۔ میخواهی بگذار این حیله از پیشتر تو پیش اهل لنکران معلوم شده است۔ سبداد و فریاد کردن دیگر نمیتوانی خودت را درست کار قلم بدهی شوهرت چشم دارد۔ می بیند کار کار تست یا کار من است

زیبا خانم۔ ای امان! داد! خدایا من خودم را می کشم۔ ای مرد چرا دهن این بی حیا نمیزنی که هیچ بهتانی برای من درست میکند۔ تو هم ایستاده تماشا میکنی۔

شعله خانم۔ ای لکاته بد دهن من چرا بزند۔ اگر او مرد باشد باید ترا ریزه ریزه کند که با پسر بیگانه یکجا گرفته است۔

وزیر۔ (به زیبا خانم) البته ترا ریزه ریزه باید کرد۔ حالا مهلت بکن بده تا خود را پیش خان برسانم۔ اول کار رفیقت را بسازم بعد در حق خودت هم فکری خواهم کرد۔ تو همه عمرت را بدروغگوئی و کذابی صرف کرده، من ترا می شناسم۔

باہر نکلیں اور چلے جائیں۔ سچ سچ بات تو یہ ہے۔ اپنے حواس درست کیجیے (اپنی عقل اپنے دماغ میں جمع کیجیے) اس بیحیا کے مکر سے دھوکا نہ کھائیے۔ اور میری طرف سے ناحق بدگمانی نہ کیجیے۔

زیبا خانم۔ (چلا کر شعلہ خانم سے)۔ او بد ذات! یہ کیا بات بنا رہی ہے؟ اپنی بلا میرے سر لگاتی ہے۔ ہائے ہائے میں خدا کی قسم اپنی جان دے دونگی۔

شعلہ خانم۔ بد ذات تو ہوگی؟ مالزادی بھی تو ہوگی۔ اپنے آپ کو چاہے مار چاہے چھوڑ۔ تیرے یہ مکر و فریب سب لنکران والوں کو معلوم ہیں۔ شور و غل مچا کر تو خود کو دوبارہ نیک اور پارسا نہیں بنا سکتی۔ تمہارے خاوند کے منہ پر آنکھیں ہیں۔ وہ دیکھ سکتے ہیں کہ یہ فعل تیرا ہے یا میرا۔

زیبا خانم۔ پناہ پناہ! انصاف انصاف! خدایا میں خود کو ہلاک کر ڈالونگی۔ اے میاں اس بیحیا کا منہ کیوں نہیں توڑ دیتے کہ مجھ پر ایسی تہمت لگاتی ہے۔ تم بھی کھڑے تماشا دیکھتے ہو۔

شعلہ خانم۔ او آوارہ میرا منہ کیوں توڑے۔ اگر وہ مرد ہے تو لازم ہے کہ تیرے ٹکڑے اڑا دے جس کو غیر مرد کے ساتھ پکڑا ہے۔

وزیر۔ (زیبا خانم سے)۔ بیشک تیرے ٹکڑے اڑا دینے چاہییں ذرا ابھی تو مجھکو خان کے پاس جانے دے پہلے تیرے یار کا انتظام کرلوں پھر تیری بھی کچھ فکر کرونگا۔ تو نے اپنی تمام عمر جھوٹ بولنے میں گنوائی ہے میں تجھکو خوب جانتا ہوں۔

زیبا خانم ـ (خشمناک) ـ انصافاً من دروغگویم الّا ما شاءاللہ شما ہمہ راستگو ہستید ـ ہمچو کہ از حرفِ خودت کہ نقل کردی معلوم شد ـ

وزیر ـ گم شو از پیشِ چشم ـ لکاتہ!

(زیبا خانم از اطاق بیروں میرود)

وزیر ـ شعلہ راستش را بگو ـ ببینم ازیں عمل خبر داری یا نہ؟

شعلہ خانم ـ بمرگِ خودت کہ من درایں خصوص بہیچ وجہ تقصیر کار نیستم (دریں حال خواجہ مسعود قہوہ را آوردہ بفنجان ریختہ از پشت سر وزیر) آقا قہوہ میل بفرمائید ـ

وزیر ـ (برگشتہ فنجان را بادست زدہ قہوہ بر سرِ خواجہ مسعود ریختہ) گم شو اے نیم سوز خر! در ہمچو جائے حوصلہ ام تنگ شدہ چہ جائے قہوہ خوردن است؟ من الآن میروم خدمت خان معلوم خواہد شد ـ

(خواجہ مسعود عقب کشیدہ میخواہد ریختۂ قہوہ را از سرِ رخت خود پاک کند)

وزیر ـ (از شدتِ پریشانی) ـ زود برو بایشان بگو اسب قرمز مرا بیاورند و جبہ کہربا ہم زریں کمند بلکشند بیروں زدہ ـ

خواجہ مسعود ـ بلے بلے! آقا چشم ـ بطوریکہ فرمودید الآن تمام میکنم ـ (بعد ازاں وزیر بیروں میرود)

زیبا خانم ـ (غصہ سے) ـ بالکل ٹھیک ہے ـ میں تو جھوٹی ہوں مگر تم ماشاءاللہ سب سچے ہو ـ جیسا کہ اُس بات سے جو تمنے خود بیاں کی تھی (یعنی تیمور آقا کو ٹپک دینے کا قصہ) معلوم ہو گیا ـ

وزیر ـ جا دور ہو میرے سامنے سے ـ مالزادی ـ

(زیبا خانم کمرہ سے باہر چلی جاتی ہے)

وزیر ـ شعلہ سچ سچ بتا تجکو اس بات کی خبر ہے یا نہیں؟

شعلہ خانم ـ تمھاری جاں کی قسم اس معاملہ میں میرا کوئی قصور نہیں ہے ـ (اسوقت خواجہ مسعود قہوہ لاکر پیالی میں ڈالتا اور وزیر کے پیچھے سے کہتا ہے) حضور قہوہ نوش فرمایئے ـ

وزیر ـ (منھ پھیر کر اور پیالی پر ہاتھ مار کر خواجہ مسعود کے سر پر قہوہ انڈیلتا ہے) دور ہو جہنمی گدھے! ایسے وقت میں جب کہ میری طبیعت اسقدر پریشاں ہے قہوہ پینے کا کیا موقعہ ہے ـ میں ابھی خاں کے پاس جاتا ہوں وہاں معلوم ہو جائیگا ـ

(خواجہ مسعود پیچھے ہٹکر اپنے کپڑوں پر سے گرا ہوا قہوہ صاف کرنا چاہتا ہے)

وزیر ـ (بیحد گھبراہٹ میں) ـ جلدی جا اور حکم دے کہ میرا سرخ گھوڑا ـ اور میرے سرنگ جبہ بیرزیں کسدیں باہر نکال لائیں ـ بہت جلد ـ

خواجہ مسعود ـ بہت اچھا حضور بسر و چشم جسطرح حضور نے فرمایا ہے اُسیطرح ابھی ابھی حاضر کرتا ہوں ـ (اسکے بعد وزیر باہر چلا جاتا ہے)

شعلہ خانم ۔ اللہ اکبر! عجب کار غریبے دو چار شدیم ۔ جانم خلاص شد ۔ خدایا شکر ۔ (میان حرف نسا خانم میرسد ۔ رو کند بہ نسا خانم) نسا! کار عجیبے اتفاق افتاد ۔ خبر نداری؟ وزیر تیمور آقا را با زیبا خانم پشت پردہ دید ۔

نسا خانم ۔ راستی؟ چہ چہ میگوئی؟ زیبا خانم پشت پردہ چہ میکرد؟

شعلہ خانم ۔ نمیدانم لکاتہ کے آمدہ آنجا رفتہ است کہ جان مرا خرید ۔ اما خان بیشک و شبہہ تیمور آقا را میکشد ۔ نمیدانم برائے خلاصی او چہ چارہ باید کرد ۔

نسا خانم ۔ نترس ۔ خان نمیتواند تیمور آقا را بکشد ۔ اما می بایست این طور نہ شود ۔ حال کہ شدہ است، مطلب مطول خواہد شد ۔ ننہ جانم میخواہد ۔ برویم اطاق او ۔ آغا مسعود را بفرستیم در خانہ ازبرائی ما خبر بیاورد ۔

(ہر دو میروند ۔ پردہ میافتد)

شعلہ خانم ۔ اللہ اکبر ۔ کیا عجیب واقعہ پیش آیا ۔ میری جان بچ گئی ۔ خدایا تیرا شکر ہے ۔ (جبکہ وہ یہ کہہ رہی تھی نسا خانم آجاتی ہے ۔ نسا خانم کی طرف متوجہ ہوتی ہے) نسا! عجیب واقعہ پیش آیا ۔ کیا تجھکو معلوم نہیں؟ وزیر نے تیمور آقا کو زیبا خانم کیساتھ پردہ کے پیچھے دیکھ لیا ۔

نسا خانم ۔ کیا یہ سچ ہے؟ کیا کہہ رہی ہو؟ زیبا خانم پردہ کے پیچھے کیا کرتی تھی؟

شعلہ خانم ۔ معلوم نہیں یہ مالزادی کب آکر وہاں چلی گئی تھی ۔ میری جان تو بچ گئی ۔ لیکن تیمور آقا کو خان یقیناً مار ڈالیگا ۔ میری سمجھ میں نہیں آتا کہ اسکی رہائی کیلئے کیا تدبیر کیجائے ۔

نسا خانم ۔ اندیشہ نہ کرو ۔ خان تیمور آقا کو قتل نہیں کرسکتا ۔ لیکن یہ واقعہ ہونا نہیں چاہیے تھا ۔ مگر اب چونکہ ہوگیا ہے اسلئے معاملہ طول کھینچیگا ۔ اماں جان تمکو بلاتی ہیں چلو انکے کمرہ میں چلیں ۔ آغا مسعود کو خان کے دیوانخانہ (یا ڈیوڑھی) پر بھیجدیں کہ ہمکو وہاں کی خبریں لادے ۔

(دونوں جاتی ہیں پردہ گر جاتا ہے)

خُلاصۂ مجلسِ سوم

خانِ لنگراں دیوانخانہ میں تخت پر بیٹھا ہے کُل درباری افسر اور خُدام صف بستہ کھڑے ہیں۔ موسم اچھا ہے خان کی طبیعت دریا کی سیر کو چاہتی ہے چنانچہ حکم دیتا ہے کہ کشتی کنارہ لگائی جائے تاکہ دربار کے بعد دریا کی سیر کا لُطف اُٹھائے اسی اثناء میں حکم دیا جاتا ہے کہ جو لوگ عرضی دینا چاہیں وہ پیش ہوں۔ ایک مدعی عرض کرتا ہے کہ آج وہ اپنا گھوڑا لیکر دریا پر گیا تھا رستہ میں گھوڑا چھوٹ کر بھاگا۔ سامنے سے ایک اور شخص یعنی مدعا علیہ چلا آرہا تھا۔ اُس سے اُسنے کہا کہ گھوڑے کو موڑ دے۔ مدعا علیہ نے زمین سے ایک پتھر اُٹھاکر گھوڑے کے اس طرح مارا کہ اُسکی آنکھ پھوٹ گئی۔ گھوڑا بیکار ہو گیا لہذا معاوضہ دلایا جائے۔ مدعا علیہ نے مدعی کے بیان کی تصدیق کی۔ خان نے فیصلہ کیا کہ بحکم "ذہنت کے بدلے ذہنت، آنکھ کے بدلے آنکھ" مدعی بھی جاکر مدعا علیہ کے گھوڑے کی آنکھ پھوڑ دے۔

دوسرا مقدمہ یہ پیش ہوا کہ ایک کا بھائی بیمار تھا۔ اُسکے علاج کے لئے وہ تین تومان فیس دیکر ایک حکیم کو لایا۔ حکیم نے مریض کو دیکھتے ہی فصد لینے کا حکم دیا۔ اِدھر نصد کُھلی اُدھر مریض کا خاتمہ ہو گیا۔ مدعی فیس کی واپسی چاہتا ہے اور حکیم اُلٹا انعام طلب کرتا ہے اور کہتا ہے کہ اگر وہ فصد نہ لیتا تو مریض چھ مہینے بعد ضرور مرجاتا۔ وہ جلندھر کی بیماری میں مُبتلا تھا۔ اب چونکہ فصد لینے سے چھ مہینے کا فضول خرچ بچ گیا ہے اسلیے انعام ملنا چاہیے۔ حکم ہوا کہ مدعی حکیم صاحب کو ایک جُبّہ دیکر خوش کرے۔

اسی دوران میں وزیر آجاتا ہے اور نہایت رنجیدہ صورت بناکر استعفا پیش کرتا ہے اور شکایت کرتا ہے کہ تیمور آقا دن دہاڑے اُسکے گھر میں گھس گیا اور اُسکی بیوی کی عصمت دری کا ارادہ کیا۔ تیمور آقا کی طلبی کا حکم ہوتا ہے۔ وہ سامنے آکر سرنگوں کھڑا ہو جاتا ہے۔ خان اس سے سوال کرتا ہے مگر کوئی جواب نہیں پاتا۔

مغلوب الغضب ہو کر فراشوں کو حکم دیتا ہے کہ تیمور آقا کی گردن میں پھانسی ڈالکر اُسکو مار ڈالیں۔ فراش آگے بڑھتے ہیں۔ تمام اُمرا اور حاضرین دربار بمنت و سماجت معافی کی درخواست کرتے ہیں جو منظور نہیں ہوتی۔ تیمور آقا یہ حالت دیکھکر تپنچہ کمر سے نکالکر فراشوں کو ڈراتا ہے جو اِدھر اُدھر ہو جاتے ہیں۔ اور کود کر نکلجاتا ہے۔ خان حیدر ناراض ہوتا ہے۔ اہل دربار پر بگڑتا ہے اور صمد بیگ کو حکم دیتا ہے کہ فوراً ۵ غلام لیکر تیمور آقا کے پیچھے جائے۔ اور وہ جہاں ہو گرفتار کر لائے۔ خان وزیر کو سمجھاتا ہے کہ وہ اطمینان رکھے اُسکا انصاف ضرور ہوگا۔ اور وزیر کو ایک انگوٹھی دیتا ہے کہ یہ اُسنے خاص طور پر ناخانم کیلئے منگائی ہے اُسکو دیدیجائے اور تاکید کرتا ہے کہ شادی کے انتظامات کی جلد تکمیل ہونا چاہیے تاکہ ایک ہفتہ میں اس تقریب سے فراغت ہو جائے۔ وزیر رُخصت ہوتا ہے۔ اور خان کشتی میں سوار ہو کر دریا کی سیر کیلئے چلا جاتا ہے۔

مجلس سیُم

(واقع میشود در کنار دریا، در دیوان خانۂ خانِ لنکران۔ خان
صدرِ طالار روئے تخت نشستہ است۔ سلیم بیگ ایشیک
آقاسی باشی چوبے دست گرفتہ در حضورِ خان ایستادہ است
و از دو طرف اعیان و نجبائے لنکران صف کشیدہ اند۔
صمد بیگ۔ فراشباشی، عزیز آقا پیشخدمت باشی با دو سہ نفر
پیش خدمت دمِ در بستہ اند۔ و در زیرِ طالار عارضین
نزدِ قدیر بیگ نائبِ ایشیک آقاسی منتظرِ احضار اند۔ فراشہا
سمت پائینِ طالار پشتِ در جمع شدہ اند)

خان۔ امروز ہوا خیلے خوب شدہ است۔ بعد از دیوان
میخواہم قدرے روئے دریا سیر کنم دلم باز بشود۔ عزیز آقا
بہ کشتیبانان فرمان بدہ کنارِ دریا لوتکہ حاضر کنند۔

عزیز آقا۔ چشم۔ (بیرون میرود)

خان۔ سلیم بیگ، بگو عارضین را بحضور بیاورند

ایشیک آقاسی باشی۔ (از میانِ طالار) قدیر بیگ
عارضین را بانوبہ بیار جلو۔

(قدیر بیگ دو نفر مدعی و مدعا علیہ را پیش میآورد تعظیم میکنند)

عارض مدعی۔ خان، قربانت شوم
عرض دارم۔

خان۔ بگو۔ بہ بینم۔ مرد کہ چہ عرض داری۔

تیسرا ایکٹ

(سمندر کے کنارہ خاں لنکراں کے دیوانخانہ میں واقع ہوتا
ہے خاں کمرہ کے صدر میں تخت پر بیٹھا ہے سلیم منتظمِ دربار ہاتھ میں
عصا لئے ہوئے خاں کے سامنے کھڑا ہے۔ دونوں طرف
لنکراں کے شرفا اور امرا صف باندھے کھڑے ہیں۔ صمد بیگ فراشوں کا
جمعدار، عزیز آقا نوکروں کا جمعدار معہ دو تین خدمتگاروں کے دروازہ
کے سامنے بیٹھے ہیں۔ دالان کے نیچے قدیر بیگ نائب منتظم دربار اور
بعض عرضی دینے والے حاضری کے انتظار میں ہیں۔ فراش لوگ
دالان کے نیچے دروازہ کے پیچھے مجتمع ہیں)۔

خاں۔ آج ہوا بہت اچھی ہے۔ دربار کے بعد میں چاہتا ہوں
کہ تھوڑی دیر دریا پر سیر کردوں تاکہ طبیعت شگفتہ ہو جائے
عزیز آقا ملاحوں کو حکم دو کہ ساحل پر موٹر کشتی حاضر کریں۔

عزیز آقا۔ بسر و چشم (بہت اچھا) (باہر چلا جاتا ہے)

خاں۔ سلیم بیگ کہو کہ عرضی دینے والوں کو پیش کریں۔

منتظم دربار۔ (دربار کے کمرہ سے) قدیر بیگ، عرضی
دینے والوں کو باری باری سے سامنے لاؤ۔

(قدیر بیگ دو آدمیوں مدعی و مدعا علیہ کو سامنے لاتا ہے اور آداب بجا لاتے ہیں)

سائل مدعی۔ خاں، حضور کے صدقہ جاؤں مجھے کچھ عرض
کرنا ہے۔

خاں۔ کہہ۔ دیکھوں مردک۔ تو کیا کہنا چاہتا ہے۔

مدعی - خان، قربانت شوم، امروز اسپم را بردہ
بودم رود خانہ آب بدہم - اسپ از دستم در رفت
گریخت، این مرد از جلو میآمد - صدایش کردم -
ایمرد بخاطر خدا این اسپ را بر گردان - خم شد - سنگے
از زمین برداشت - بطرف اسپ انداخت - سنگ
بچشم راست اسپ خوردہ کور کرد - ایحال اسپ
بے مصرف شدہ است - دیگر بکار من نمیخورد -
تاوان اسپم را میخواہم - نمیدہد - بامن مجادلہ میکند -

خان - (بمدعی علیہ) چنیں است - مردکہ -

مدعی علیہ - قربانت شوم چنیں است - اما من
عمداً سنگ نینداختہ ام -

خان - پوچ نگو - اگر قصد نباشد، چہ طور
میشود سنگ را برداشت انداخت - تو ہم اسپ
داری یا نہ ؟

مدعی علیہ - دارم - قربانت شوم -

خان - (بمدعی) - اے مردکہ ! تو ہم برو، بزن
یک چشم اسپ این را کور کن - اَلسِّنُّ بِالسِّنِّ وَالْعَيْنُ
بِالْعَيْنِ وَالْجُرُوحُ قِصَاصٌ - اینکہ کار مشکلے نیست - صمد بیگ
فراش را روانہ کن، بروند آنجا باشد - تا آں شخص
تقاص خود را بگیرد -

(صمد بیگ تعظیم کردہ پایین آمدہ فراش با آنہا
دادہ برمیگردد)

خان - سلیم بیگ، بگو - عارض دیگر ہم اگر ہست پیش

مدعی - خان، قربان جاؤں - آج میں اپنا گھوڑا پانی
پلانے ندی پہ لیگیا تھا - گھوڑا میرے ہاتھ سے چھوٹ گیا اور بھاگ گیا
یہ شخص سامنے سے آرہا تھا - میں نے اسکو آواز دی بھائی
(امرد) خدا کیلئے اس گھوڑے کو موڑ دے - اُسنے جھک کر زمین
سے ایک پتھر اٹھایا اور گھوڑے کیطرف پھینکا - پتھر گھوڑے
کی داہنی آنکھ میں لگا اور اُسکو پھوڑ دیا - اب گھوڑا
بالکل بیکار ہوگیا - میرے کسی کام کا نہیں ہے - میں گھوڑے
کا معاوضہ مانگتا ہوں یہ شخص نہیں دیتا مجھسے لڑتا ہے -

خان - (مدعا علیہ سے) - کیوں بے مردک، یہی بات ہے؟

مدعی علیہ - قرباں جاؤں یہی بات ہے - لیکن میں نے جانکر
پتھر نہیں مارا تھا -

خان - فضول مت بک - اگر ارادہ نہیں تھا تو کیونکر
ہوسکتا ہے کہ پتھر اٹھایا جائے اور پھینکا جائے - تیرے پاس بھی
کوئی گھوڑا ہے یا نہیں ؟

مدعی علیہ - قرباں جاؤں - ہے -

خان - (مدعی سے) - ابے مردک تو بھی جاکر مار اور اُسکے
گھوڑے کی ایک آنکھ پھوڑ دے "دانت کے بدلے دانت
آنکھ کے بدلے آنکھ اور زخموں کا انتقام" - اسکا فیصلہ
کچھ مشکل بات نہیں ہے - صمد بیگ، فراش کو روانہ
کردو، جائے اور وہاں ٹھہرے تاکہ یہ شخص اپنا بدلہ لے لے

(صمد بیگ آداب بجالا کر نیچے آتا ہے اور اُن لوگوں کو فراش
دیکر واپس ہوجاتا ہے)

خان - سلیم بیگ، جاؤ کہو اگر کوئی دوسرا عرضی دینے والا بھی حاضر ہو

بیایند۔ زود باشید کہ امروز میخواہیم بہ سیاحت
بروم۔
سلیم بیگ ۔ قدیر بیگ، عارض دیگر اگر داری
پیش بیاور۔
(قدیر بیگ دو نفرِ دیگر پیش می آورد)
خاں ۔ اخ! حکومت، دیگر از تو با زحمت ترچیزے
در دنیا ہست؟ مردم ہمہ در فکر و خیالِ آسائشِ
خود ست، من باید فکر ہزار ہزار نفر را داشتہ
باشم۔ درد دلش را وارسی کنم۔ از اول
حکومتم تا امروز ہرگز عارضے را از درِ خانۂ خود ردنہ
دادہ ام۔
سلیم بیگ ۔ دعائے اینہمہ مردم اجرِ زحمتِ
شما ست۔ درحقیقت ایں مردم برائے شما بمنزلۂ
عیال اند۔ آبادیِ ایں ولایتِ لنکراں از برکتِ عدالت
شما ست۔ (عارضین پیش آمدہ تعظیم مینمایند)
مدعی ۔ خاں، قربونت۔ برادرم ناخوش بود گفتند
ایں یارو حکیمہ۔ سہ تومانش دادم۔ بالائے سر
برادرم آوردمش، بامید اینکہ چاقش کند۔
برسیدنِ سرِ مریض خونش گرفت ۔ بیرون
آمدنِ خون ہماں، مردنِ برادرم ہماں حالا
میگویم ۔ بیموت لامحالہ پولم را پس بدہ ۔ پولم
را پس نمیدہد ہیچ میگوید اگر فصدش
نمیکردم بدتر از ایں میشد ۔ ہنوز ادعائے ہم

تو پیش کریں۔ جلدی کریں کیونکہ آج میں
سیر کو جانا چاہتا ہوں۔
سلیم بیگ ۔ قدیر بیگ، اگر کوئی سائل حاضر ہو
تو پیش کرو۔
(قدیر بیگ دو اور آدمیوں کو سامنے لاتا ہے)
خاں ۔ آہ! حکومت، کیا تجھسے بھی زیادہ تکلیف دہ کوئی
چیز دنیا میں ہے؟ تمام آدمی اپنے آرام و عیش کی فکر میں
ہیں اور مجھکو چاہیے کہ ہزاروں آدمیوں کی فکر میں رکھوں
اور انکے دلی دکھ سے باخبر رہوں ۔ اپنی حکومت کے اول
روز سے میں نے آج تک کسی سائل کو اپنے دروازہ سے
نہیں نکالا۔
سلیم بیگ ۔ آپکی تمام تکلیفوں کا معاوضہ ان لوگوں کی
دعائیں ہیں ۔ درحقیقت یہ لوگ آپکے اپنے بجائے بال بچوں
کے ہیں ۔ اور اس ولایت لنکراں کی آبادی آپکے انصاف
کی برکت سے ہے۔ (سائل سامنے آکر آداب عرض کرتے ہیں)
مدعی ۔ خاں، حضور کے قرباں! میرا بھائی بیمار تھا، لوگوں
نے کہا کہ یہ شخص حکیم ہے۔ میں نے اس کو تین توماں دیے
اور اپنے بھائی کے پاس (سرہانے) لایا۔ اس امید سے
کہ یہ اس کو اچھا کر دیگا۔ مریض کے پاس پہونچتے ہی اُسنے
اُسکی فصد لی۔ ادھر تو خون نکلا ادھر میرا بھائی مر گیا۔ اب
میں اُس سے کہتا ہوں کہ ظالم جراح ہو میرا روپیہ واپس دے
مگر یہ شخص قطعاً واپس نہیں کرتا ہے۔ بلکہ کہتا ہے کہ اگر
میں فصد نہ لیتا تو اس سے بھی زیادہ بدحال ہو جاتا۔ ابھی یہ مجھسے دعویٰ

با من دارد۔ بدادم برس۔ دورِ سرت گردم۔

خاں۔ (بمدعی علیہ) جنابِ حکیم۔ چہ طور اگر فصدش نمیکردی بد تر ازیں می شد۔ بد تر ازیں چہ میشود؟

مدعی علیہ۔ قربانت شوم۔ خاں! برادر ایں بمرض مہلک استسقا مبتلا بود۔ اگر خوں نمیگرفتم شش ماہ بعد ازیں بیشک و شبہہ میمرد۔ بیک خون گرفتن او را از حمتِ خرج بجائے ششماہِ دیگر خلاص کردہ ام۔

خاں۔ جنابِ حکیم پس ازیں قرار بقول شما باید ایں مرد مبلغِ دیگر ہم باز بشما تعارف بدہد۔

حکیم۔ بلے۔ قربانت بگردم۔ اگر انصاف بکنند۔ البتہ۔

خاں۔ (رو بحاضرین کردہ) واللہ نمیدانم دیوانِ اینہا را چہ نحو بکنم کہ قطعِ دعویٰ بشود۔ ہرگز دعوے باایں مشکلے را دو چار نشدہ بودم۔

یکے از حاضرین۔ قربانِ سرت۔ احترام طائفہ حکما واجب است، بکارِ مردم میخورند۔ بفرمائید ایں مرد یک خلعتے ہم باو بدہد۔ راضیش کنند۔ خصوصًا ایں حکیم را بندہ می شناسم خیلے حکیمِ حاذقیست۔

مانگتا ہے۔ میرا انصاف فرمایئے۔ قرباں جاؤں۔

خاں۔ (مدعا علیہ سے) جناب حکیم صاحب۔ یہ کیونکر کہ اگر آپ فصد نہ لیتے تو اس سے بھی زیادہ برا حال ہو جاتا۔ اس سے زیادہ برا کیا ہوتا؟

مدعی علیہ۔ قرباں جاؤں۔ خاں! اس شخص کا بھائی جاں ندھر کی مہلک بیماری میں مبتلا تھا۔ اگر میں فصد نہ لیتا تو چھ مہینہ بعد بیشک مر جاتا۔ میں نے ایک فصد لیکر اُسکو آیندہ چھ ماہ کے بیجا خرچ کی تکلیف سے بچا دیا۔

خاں۔ جناب حکیم صاحب! اس بات سے تو یہ معلوم ہوتا ہے کہ بقول آپکے اس شخص کو کچھ اور روپیہ آپ کی نذر کرنا چاہیئے۔

حکیم۔ جی ہاں۔ قرباں جاؤں! اگر انصاف کیا جائے تو بیشک۔

خاں۔ (حاضرین کیطرف مخاطب ہو کر) واللہ۔ سمجھ میں نہیں آتا کہ ان لوگوں کا فیصلہ کیونکر کروں کہ دعوے صاف ہو جائے۔ اسقدر مشکل دعویٰ آجتک پیش نہ ہوا تھا۔

حاضرین میں سے ایک (نے کہا) قرباں جاؤں حکیم لوگوں کی عزت واجب ہے۔ یہ لوگوں کے کام آتے ہیں۔ حضور حکم دیں کہ یہ شخص حکیم صاحب کو ایک خلعت بھی دے اور انکو رضامند بھی کرے۔ خصوصًا ان حکیم صاحب کو تو میں بھی جانتا ہوں۔ بڑے زبردست حکیم ہیں۔

خاں۔ حالانکہ آشنائے شما ست۔ ہیچو بشود بحرف شما عمل کنند (رو بعارض کردہ)۔ ایسترا برو۔ یک دانہ چوزہ خا بحکیم تصرف کن، از تو راضی بشود۔ صمد بیگ فراش بدہ، برود۔ چوزہ خارا ازیں مرد بگیرد، بحکیم بدہد۔

(صمد بیگ پائیں میآید۔ دریں اثناء وزیر نفس زناں از در داخل طالار میشود، قلمدانش را از جیب بیروں آوردہ پیش خاں زمیں میگذارد)

وزیر۔ قربانت شوم دیگر وزارت من بس است۔ کفایت کرد۔ عوض خدمتہایم بمن رسید۔ من بعد وزارت را بہر کس سزاوار میدانید بدہید من بالیست، سر خودم را بر دارم، ازیں ولایت در بدر شوم۔

خاں۔ (متعجب) جناب وزیر، چہ شدہ است مگر؟ ایں چہ حالتے است۔ برائے چہ؟

وزیر۔ قربانت شوم۔ در ہمہ روئے زمین امروز عدالت و انصاف و مروت سرکار ورد زبانہا ست۔ از ترس شما کسے از بندگان در بار بمال و عیال فقیرے دست درازی نتوانستہ است بکند۔ پسر برادر شما، تیمور آقا، بہ بینید چہ قدر از شما بے واہمہ است۔ روز روشن بخانہ مثل من آدمی میآید قصد عیاشی را مینماید۔

خاں۔ اب چونکہ تمہاری جان پہچان ہے لہذا ایسا ہی کیا جائے۔ تمہارے کہنے کے مطابق کاربند ہوں (عرضی دینے والے کی طرف متوجہ ہو کر) اے شخص جا اور ایک عدد چوزہ حکیم صاحب کی نذر کرتا کہ تجھ سے راضی ہو جائیں۔ صمد بیگ ایک فراش دیدو جو اسکے ساتھ جائے۔ اور اس شخص سے چوزہ لیکر حکیم صاحب کو دیدے۔

(صمد بیگ نیچے اترتا ہے۔ اسی وقت وزیر بھی ہانپتا ہوا دروازہ سے دربار کے کمرہ میں داخل ہوتا ہے اپنا قلمدان جیب سے نکال کر خاں کے سامنے زمین پر رکھدیتا ہے)

وزیر۔ قربان جاؤں۔ بس اب میری وزارت کافی ہو چکی۔ میں نے بھر پایا۔ میری خدمتوں کا عوض مجھکو مل گیا۔ اسکے بعد جس شخص کو حضور مناسب اور لائق سمجھیں وزارت دیدیں۔ میرے لئے ضروری ہو گیا کہ یہاں سے نکل جاؤں اور در در مارا پھروں۔

خاں۔ (تعجب سے) جناب وزیر صاحب آخر ہوا کیا ہے؟ یہ کیا حالت ہے اور کیوں؟

وزیر۔ قربان جاؤں! اسوقت دنیا بھر میں حضور کے عدل و انصاف اور مروت کا چرچا ہے (یعنی شہرت ہے) حضور کے خوف سے کوئی سرکاری آدمی کسی فقیر کے بھی مال اور بال بچوں پر ہاتھ نہیں ڈال سکتا۔ دیکھئے یہ حضور کا بھتیجا تیمور آقا کسقدر بیباک ہو گیا ہے کہ دن دہاڑے مجھ جیسے آدمی کے گھر میں گھس جاتا ہے اور اسکی بیوی کی آبروریزی کا ارادہ کرتا ہے۔

خاں - (بغیظ آمدہ) وزیر! چہ میگوئی؟ تیمور
ایں جرأت را کردہ است؟ یعنی چہ؟
وزیر - نمکِ تو کورم کند اگر خلاف عرض کردہ
باشم - خودم بچشمِ خودم دیدم - گرفتمش بردارم
بیاورم خدمتِ شما - لیکن او مرا دادہ از دستم
در رفتہ است -
خاں - صمد بیگ! زود برو - تیمور را حاضر کن
اینجا - اما دریں باب چیزے نگو - (صمد بیگ تعظیم کردہ
میرود)
خاں - وزیر آرام بگیر - حالا دیوانی بکنم کہ
عبرتِ ہمہ عالم بشود -
وزیر - قربانت شوم! پادشاہانِ سلف در
اجرائے عدالت اولاد و اقربائے خود را ہم رحم
نکردہ اند - خلفائے عظیم الشان بجہت کج نگاہ کردن
بعیالِ مردم فرزندانِ خود را باز خواستہائے
شدید فرمودہ اند - سلطان محمود غزنوی برائے
ایں جرم یکے از مقربانِ خود را بدستِ خود گردن
زد - اینست ہر دو در دہر وصفِ عدالت شان
در عالم مذکور و باقیست -
خاں - (بوزیر) وزیر! الآن خواہی دید خانِ شما
دریں ہیچ چیز از خلفاء و سلطان محمود غزنوی کمتر نخواہد
بود - علی الخصوص دریں باب -
(دریں اثنا صمد بیگ با تیمور آقا داخل شدہ تعظیم

خاں - (غصہ سے) - وزیر صاحب آپ کیا کہتے
ہیں؟ تیمور نے یہ جرأت کی ہے؟ آپکا مطلب کیا ہے؟
وزیر - اگر میں نے غلط عرض کیا ہو تو حضور کا نمک
پھوٹ پھوٹ کر نکلے (میں اندھا ہو جاؤں) میں نے خود
اپنی آنکھ سے دیکھا ہے - میں نے اُسکو پکڑ لیا تھا کہ باندھکر
حضور کے سامنے لاؤں مگر وہ مجھسے ہاتھ چھڑا کر بھاگ گیا
خاں - صمد بیگ! جلد جا اور تیمور کو یہاں بلا لا لیکن
اس معاملہ میں کوئی گفتگو نہ کرنا - (صمد بیگ تعظیم کرکے
چلا جاتا ہے)
خاں - وزیر صاحب خاطر جمع رکھیے! ابھی ایسا انصاف
کرتا ہوں کہ جس سے دُنیا بھر کو عبرت حاصل ہو -
وزیر - قربان جاؤں پُرانے زمانہ کے بادشاہوں نے
عدل و انصاف کرنے میں اپنی اولاد اور عزیزوں پر بھی
رحم نہیں کیا - بڑے بڑے خُلفاء نے لوگوں کی بیویوں پر
ٹیڑھی نظر سے دیکھنے کے جُرم میں اپنے بیٹوں تک کو سخت
سزائیں دی ہیں - سُلطان محمود غزنوی نے اسی جُرم میں اپنے
ایک خاص منظورِ نظر درباری کو اپنے ہاتھ سے قتل کر دیا تھا
یہی وجہ ہے کہ باوجود اسقدر زمانہ گذر جانیکے اُنکے انصاف
کی شہرت دُنیا میں باقی ہے اور زبان زدِ عالم ہے -
خاں - (وزیر سے) وزیر! تم ابھی دیکھوگے کہ تمہارا خان
اسی بات میں خلفاء اور سلطان محمود غزنوی سے کم نہیں
رہیگا - خصوصاً اس معاملہ میں -
(اسی اثناء میں صمد بیگ مع تیمور آقا کے داخل ہوتا ہے دونوں

میکنند)

خاں - (به تیمور آقا) من بشما نفرموده ام هرگز با قمه حضور من نیائید -

تیمور آقا - من که قمه نه بسته ام -

خاں - هیچو بنظرم آمد خوب! در حرمخانهٔ وزیر چه کار داشتی؟ (تیمور آقا سرش را پائین میکنند) مقصود تو نیست من در سر مثل تو پسر برادر نادرست جو لاغی میان دولتها بدنام بشوم؟ من دیگر مثل تو پسر برادر را هم نخواستم - بچه ها اطفال! (چند نفر فراش شال ترمه دست گرفته حاضری شوند) بیندازید شال را گردن این لوطی جفلاغی بکشید ش پائین! (فراشها آماده میشوند با نداختن شال - دیده های حضار مجلس پُر اشک میشود)

ایشیک آقاسی و تمامی اهل خلوت - خان! قربانت شویم - جوانست این دفعه تقصیرش را ببخشید -

خاں - بارواح پدرم که هرگز نخواهم بخشید (به فراشها کرده) بیندازید شال را -

(فراشها قدری هم نزدیکتر میآیند - همگی از بزرگ و کوچک نمیتوانند خودداری بکنند بی اختیار شروع میکنند بگریه کردن و بخاک میافتند با لحاح و التماس میگویند)

امانست ای خان! مفرمائید - تصدق کنید یگدانه نادرست -

(های های گریه میکنند)

آداب بجا لاتے ہیں)

خاں - (تیمور آقا سے) کیا میں نے تمکو حکم نہیں دیا کہ میرے سامنے تلوار لیکر نہ آیا کرو -

تیمور آقا - میں نے تلوار نہیں باندھ رکھی ہے -

خاں - مجھکو ایسا ہی نظر آیا تھا - اچھا - تو وزیر کے زنانخانہ میں کیا کرتا تھا؟ (تیمور آقا سر جھکا لیتا ہے) تیرا مطلب یہ ہے کہ تجھ جیسے بدچلن اور بدمعاش بھتیجہ کی وجہ سے میں تمام ممالک میں بدنام ہو جاؤں - اب مجھکو تجھ جیسے بھتیجہ کی ضرورت نہیں ہے - ہاں لوگو - رسّی! (چند فراش کشمیری شال لئے حاضر ہوتے ہیں) اس بدمعاش گنڈے کی گردن میں شال ڈالدو! اور اُس کو گھسیٹ کر نیچے لیجاؤ!!

(فراش لوگ چادر ڈالنے کو تیار ہوتے ہیں - حاضرین دربار کی آنکھوں میں آنسو بھر آتے ہیں)

منتظم دربار اور کل خاص لوگ - خاں! آپ کے قربان جائیں - جوان ہے - اس مرتبہ اسکی خطا معاف کر دیجئے -

خاں - قسم ہے اپنے باپ کی روح کی! ہرگز معاف نہیں کرونگا (فراشوں سے) شال اسکی گردن میں ڈال دو!

(فراش اور آگے بڑھکر قریب ہو جاتے ہیں - چھوٹوں بڑوں میں کسی سے ضبط نہیں ہوتا بے اختیار رونے لگتے ہیں اور زمین پر گر کر منت و سماجت کرتے ہیں)

معاف کیجئے خاں - حکم نہ دیجئے - صدقہ کیجئے - یہ اپنی ماں کا اکلوتا بچہ ہے -

(زور سے روتے ہیں)

خان - نمیشود! نمیشود!! استغفر اللہ!!! (با تغیرِ تمام، رو بفراشہا کردہ) پدر سگہا! نگفتم بیندازید؟

(فراشہا شال بدست حرکتِ دیگر کردہ نزدیکتر میرسند. تیمور آقا جلد دست بعقب بردہ طپانچہ از کمرش کشیدہ بطرف فراشہا دراز میکند. فراشہا از ترسِ آن متفرق میشوند. تیمور آقا از میان گیر و دار کنار جستہ در میرود)

خان - (ریشت سرش) - اے بگیرید! ہا! نگذارید برود -

(ہمگی حرکت میکنند اما ہیچ کس عقب نمیکند)

خان - (کج خلق بد باعیان کردہ) ہیچ کہ از شما لائق مرحمت ہائے من نیستید - این جوولاغی را چرا گذاشتید در برود؟

(کسے جواب نمیدہد)

خان - صمد بیگ! (صمد بیگ پیش میآید) زود پنجاہ نفر غلام ہمراہِ خود بردار - تیمور را در ہر جائے دُنیا باشد سراغ کردہ پیدا نمودہ میگیرید دست بستہ می آورید اینجا - تا او را نکشم ولایت آرام نمیگیرد - دلِ خودم ہم بجا نمی آید -

صمد بیگ - چشم (از در بیروں میرود)

خان - (با اعیاں) بروید - مرخصید - (ہمہ متفرق میشوند)

خان - عزیز آقا! (عزیز آقا پیش میآید) تو تنگہ حاضر است

خاں - ہرگز نہیں! ہرگز نہیں!! توبہ توبہ!!! (نیلا پیلا ہو کر فراشوں سے) کتیا کے پلو! کیا میں نے تمکو حکم نہیں دیا کہ گردنمیں پھانسی ڈالدو؟

(فراش شال ہاتھ میں لئے دوبارہ حرکت کرکے اور نزدیک آجاتے ہیں۔ تیمور آقا جلد پیچھے ہاتھ ڈالکر اپنی کمر سے تنچہ نکالتا ہے اور فراشوں کی طرف کر دیتا ہے۔ فراش ڈر کر اِدھر اُدھر ہو جاتے ہیں۔ تیمور آقا کود کر الگ ہو جاتا ہے اور بچکر نکل جاتا ہے)

خاں - (تیمور آقا کے جانیکے بعد) ہاں پکڑو پکڑو۔ جانے نہ دو۔

(سب حرکت کرتے ہیں مگر پیچھا کوئی نہیں کرتا)

خاں - (ترش رو ہو کر امراء سے) تم لوگوں میں سے کوئی بھی اس قابل نہیں ہے جسکے حال پر عنایتیں کیجائیں۔ تمنے اس بدمعاش کو کیوں جانے دیا؟

(کوئی جواب نہیں دیتا)

خاں - صمد بیگ! (صمد بیگ سامنے آتا ہے) جلد پچاس غلام لیکر جاؤ۔ تیمور آقا کو دُنیا بھر میں جہاں ملے پتہ لگا کر گرفتار کرو اور ہاتھ باندھکر یہاں لاؤ۔ جبتک میں اُسکو قتل نہیں کرلونگا ملک کو آرام نہیں ملیگا اور نہ میرے دلکو تسلی ہوگی۔

صمد بیگ - بہت اچھا! (دروازہ سے باہر چلا جاتا ہے)

خاں - (اُمراء سے) آپ جائیں اجازت ہے (سب چلے جاتے ہیں)

خاں - عزیز آقا! (عزیز آقا سامنے آتا ہے) کتنی جلدی ہے

عزیز آقا۔ بلے حاضر است۔
خاں۔ (برخاستہ)۔ وزیر تو برو آرام بگیر۔ غم مخور۔ قصاصِ تو بر زمین نخواہد ماند۔ بگیر۔ این انگشتر را ہم بدہ بہ نسا خانم۔ امروز مخصوصًا فرستادہ ام پیشِ زرگر۔ این انگشتر را از برائے او گرفتہ آوردہ اند۔ مشغولِ تدارکِ عروسی باشید۔ بعد از یک ہفتہ بایستے بکار شد۔
وزیر۔ بلے۔ بفرمائش سرکار عمل خواہم کرد۔
(تعظیم کردہ بیروں میرود۔ بعد ازاں خان با عزیز آقا سوارِ لوتکہ شدہ بسیرِ دریا میروند)
(پردہ می افتد)

عزیز آقا۔ جی حضور حاضر ہو۔
خاں۔ (اُٹھکر)۔ وزیر صاحب آپ جائیے آرام کیجئے۔ غم نہ کیجئے آپکا بدلا رائیگاں نہ جائیگا۔ یہ لیجیے یہ انگوٹھی بھی نسا خانم کو دیدیجیگا آج میں نے خاص طور پر اُسکے لئے سُنار کے پاس آدمی بھیجے تھے۔ وہ یہ انگوٹھی نسا خانم کیلئے لائے ہیں آپ شادی کے ساماں میں لگ جائیے۔ چاہیئے کہ ایک ہفتہ بعد اِس کام سے فراغت ہو جائے۔
وزیر۔ بہت اچھا! حضور کے حکم کی تعمیل کیجائیگی۔
(آداب بجا لاکر باہر چلا جاتا ہی۔ اُسکے بعد خاں عزیز آقا کیساتھ کشتی میں سوار ہوکر دریا کی سَیر کرنے جاتا ہی)۔
(پردہ گرتا ہے)

خُلاصہ مجلس چہارم

شعلہ اور نسا خانم دونوں بہنیں اپنے کمرہ میں متفکر بیٹھی ہیں۔ اسی اثناء میں آغا مسعود آجاتا ہو اور تمام واقعہ دیوانخانہ کا سُناتا ہے۔ نسا خانم کو سخت صدمہ ہوتا ہو کہ اتنے میں خود تیمور آقا دَرانہ گھُسا چلا آتا ہے۔ شعلہ خانم دیکھ کر سہم جاتی ہے اور تیمور آقا کو ملامت کرتی ہے وہ اس کی کچھ پرواہ نہیں کرتا۔ بلکہ کہتا ہے کہ چونکہ وزیر نے نمکحرامی پہ کمر باندھ لی ہے اُس کے قتل کے درپے ہے اسلیے وہ اب اپنی نامزد نسا خانم کو اُس کے گھر ہرگز نہیں چھوڑ سکتا شعلہ خانم مشورہ دیتی ہے کہ فی الحال وہ اس ارادہ کو ملتوی کردے اور رات کو موقعہ دیکھکر معہ خادم و سواری آجائے وہ نسا خانم کو اُس کے سپرد کردیگی۔ ابھی یہی گفتگو ہورہی تھی کہ وزیر کے آجانیکی اطلاع ہوتی ہے۔ شعلہ خانم، تیمور آقا کو پردہ کے پیچھے چھپا دیتی ہے۔ وزیر داخل ہوتا ہے۔ اور شعلہ خانم کو نصیحت کرنیکے بعد نسا خانم کو خاں کی دی ہوئی انگوٹھی پہننے کے لیے دیتا ہے اور کہتا ہے کہ اپنی والدہ کو بُلا لو تاکہ اُنکو بھی خاں کی یہ بات سُنا دی جائے کہ ایک ہفتہ کے اندر شادی کا سامان کرکے نسا خانم کا نکاح خاں سے کردیا جائے۔ نسا خانم ناراض ہوکر انگوٹھی پھینکدیتی ہے اور اپنی ماں پری خانم کو بُلا لاتی ہے۔ پری خانم آتے ہی داماد کے صدقہ قربان ہوتی ہے اور کہتی ہے کہ آج وہ ایک فال نکالنے والے کے پاس گئی تھی کہ کوئی تعویذ لکھا لائے تاکہ شعلہ خانم کے یہاں بیٹا پیدا ہو۔ بہت اچھا ہوا کہ تم اسوقت آگئے کیونکہ رمّال نے ہدایت کی ہو کہ وزیر کے سر کے برابر تگنا گیہوں لیکر صدقہ کردیا جائے۔ وزیر نے کہا کہ یہ عجیب بات ہو۔ جبتک سر تن پہ سلامت ہو اُسکے وزن کا غلہ کیونکر تولا جاسکتا ہو۔ پری خانم نے کہا کہ رمّال نے یہ تدبیر بتائی تھی کہ ایک ایسا گہرا برتن لیا جائے جسمیں وزیر کا سر سما جائے۔ اسی برتن کی ظرفیت

وزیر کے سر کا وزن ہوگا۔ یہ کہکر وہ نسا خانم کو برتن لانیکا حکم دیتی ہی جو ایک بادیہ لاکر وزیر کے سر پر اوندھا دیتی ہی جو اُسکے مُنھ تک آجاتا ہی اور اُسکی آنکھیں ڈھک جاتی ہیں۔ عین اسی وقت شعلہ خانم تیمور آقا کو پردہ کے پیچھے سے نکالکر باہر کراتی ہی۔ بعد ازاں شادی بیاہ کی بات چیت ہونے لگتی ہے۔ مگر فوراً ہی صحن مکانسے شور وغل کی آواز آتی ہی اور تیمور آقا پھر گھس آتا ہی اور پستول بڑھاکر وزیر کو قتل کرنیکی دھمکی دیتا ہی۔ شعلہ خانم تیمور آقا کو روکتی ہی۔ اسی اثنا میں باہر سے پھر شور وغل کی آواز آتی ہی اور سرکاری آدمی تیمور آقا کو گرفتار کرنے آجاتے ہیں۔ ابھی یہ کشمکش جاری ہی تھی کہ صحن مکانسے پھر شور وغل کی آواز سنائی دیتی ہی اور چند سرکاری آدمی آکر خبر سُناتے ہیں کہ خاں دریا میں ڈوب گیا اور اب تمام اعیان دولت نے تیمور آقا کو خاں منتخب کرلیا ہی یہ سُنکر وزیر تیمور آقا کے پاؤں پر گر جاتا ہی۔ اور وہ اُسکو معاف کر دیتا ہی مگر آیندہ کیلئے حکم دیتا ہی کہ وہ منصب وزارت پر قائم نہ رکھا جائیگا کیونکہ خود غرض، نااہل اور راشی ملازم رعایا کے دشمن ہوتے ہیں۔ آیندہ وزیر کو سرکاری وظیفہ ملیگا جس سے وہ گھر پر رہکر بخوبی گذر کر سکے۔ اسکے بعد تیمور آقا شادیکا انتظام کرنیکی ہدایت کرکے چلا جاتا ہی اور سب زندہ باد تیمور خاں کا نعرہ لگاتے ہیں۔

مجلس چہارم

(در اطاقِ شعلہ خانم واقع میشود۔ شعلہ خانم و نسا خانم باحالتِ اضطراب و نگرانی نشستہ اند باہم گرم حرف میزنند)

نسا خانم۔ نفہمیدیم چہ شد۔ کار شاں بکجا رسید۔ مسعود نیامد۔ خبرے نیاورد۔ دلم خیلے مضطرب است۔

شعلہ خانم۔ دلِ تو چرا مضطرب میشود بقول خودت خان کہ نمیتواند کارے درحق تیمور آقا بکند۔

نسا خانم۔ راست است کہ نمیتواند کارے کند۔ اما میترسم میان من و تیمور آقا جدائی بیفتد کہ از مرگ بدتر است۔

(دریں حال آغا مسعود از در داخل میشود)

شعلہ خانم۔ آغا مسعود بگو، بہ بینیم چہ طور شد؟

آغا مسعود۔ چہ میخواستی بشود؟ وزیر بخاں عرض کرد، خاں فرستاد، تیمور آقا را آوردند۔ میخواست خفہ کنند۔ تیمور آقا طپانچہ کشیدہ فراشہا را متفرق کرد، از میاں در رفت، خاں پنجاہ نفر آدم مامور فرمودہ است، ہر جا باشد پیدا کنند، بگیرند، دست بستہ پیش خاں بیاورند بدہ

چوتھا ایکٹ

(شعلہ خانم کا کمرہ۔ شعلہ اور نسا خانم متفکر و منتظر بیٹھی ہوئی آپس میں گفتگو کر رہی ہیں)

نسا خانم۔ نہیں معلوم کیا ہوا۔ معاملہ کی نوبت کہانتک پہونچی۔ مسعود نہیں آیا۔ نہ کوئی خبر لایا۔ میرا دل بہت گھبرا رہا ہے۔

شعلہ خانم۔ تمہارا دل کیوں گھبراتا ہے؟ تم خود کہہ چکی ہو کہ خاں تیمور آقا کے خلاف کچھ نہیں کر سکتا۔

نسا خانم۔ یہ تو صحیح ہے کہ کچھ نہیں کر سکتا۔ مگر مجھکو ڈر ہے کہ مجھ میں اور تیمور آقا میں جدائی ہو جائیگی جو موت سے بدتر ہے۔

(اسی اثنا میں آغا مسعود دروازہ سے داخل ہوتا ہے)

شعلہ خانم۔ آغا مسعود، کہو معاملہ کیونکر ہوا؟

آغا مسعود۔ آپ کیونکر طے کرانا چاہتی تھیں؟ وزیر نے خاں سے شکایت کی، خاں نے آدمی بھیجے جو تیمور آقا کو لے آئے۔ خاں نے چاہا کہ اسکو پھانسی دے۔ تیمور آقا نے تپنچہ نکال لیا۔ فراش ادھر اُدھر ہو گئے اور وہ درمیاں سے نکلکر چلا گیا۔ خاں نے ۵۰ آدمی مقرر کرکے حکم دیا ہے کہ جہاں سے تلاش کریں۔ پکڑیں اور ہاتھ باندھکر حضور میں حاضر کریں۔ تاکہ وہ

بگشند۔ حال ہمہ شہر و خانہا را آدم افتادہ میگیرند
کہ پیداش کنند۔

(نسا خانم از زیادتی غصہ آہ میکشد۔ ہم در آن حال
در باز شدہ تیمور آقا داخل میشود)

شعلہ خانم۔ اے وائے ننہ جان! این چہ حالتے
است؟ اینجا چرا آمدی؟ چہ طور آمدی؟ مگر دل شیر
داری یا از جانت نیترسی؟

تیمور آقا۔ (تبسم کردہ) چہ شدہ از جانم
بترسم؟

شعلہ خانم۔ چہ نہ شدہ است؟ خان آدم گذاشتہ
ہر جا بہ ببینند پیدات کنند، بگیرند، ببرند،
بکشدت۔ تو ہیچو خاطر جمع چرا اینجا
میائی۔ آغا مسعود بارک اللہ!
برو، بیروں بپا! کسے اینجا
نیاید۔

(آغا مسعود بیروں میرود)

تیمور آقا۔ بخیالت میرسد من از ترس کشتہ
شدن امروز دیدن نسا خانم نیآیم؟
این سر را در راہ او گذاشتہ ام۔ اما
حالا بخیال ہم نہ آمدہ ام۔ میخواہم امشب
نسا خانم را بردارم، ببرم جائے دیگر۔ من بعد
نمیتوانم او را اینجا بگذارم۔ شوہرت با من بنائے تلخکاری
گذاردہ۔ من ہم کہ نمیتوانم نامزد خود مرا دیگر خانہ او بگذارم۔

حوالہ کر دے اور لوگ اُسکو قتل کر دیں۔ اب تمام شہر کے
آدمی اِدھر اُدھر گھروں میں ڈھونڈھتے پھر رہے ہیں۔

(نسا خانم مارے رنج کے آہ کرتی ہے۔ اسی اثنا میں دروازہ کھلتا
ہے اور تیمور آقا داخل ہوتا ہے)

شعلہ خانم۔ اوئی اماں! یہ کیا ماجرا ہے؟ تم یہاں کیوں
آئے؟ کیونکر آئے؟ کیا شیر کا دل رکھتے ہو یا اپنی جان سے
نہیں ڈرتے ہو؟

تیمور آقا۔ (مسکراکر) کیا ہوا جو میں اپنی جان سے
ڈروں؟

شعلہ خانم۔ کیا نہیں ہوا ہے؟ خاں نے تمھاری تلاش
میں ہر طرف آدمی دوڑا دیے ہیں۔ کہ تمکو ڈھونڈھیں،
پکڑیں، لائیں اور وہ تمکو قتل کرا دے۔ تم اسقدر
مطمئن ہو کر یہاں کیوں آئے؟ آغا مسعود! تجھکو خدا
برکت دے، باہر کھڑا ہو جا۔ اور (دیکھ) یہاں کوئی
نہ آئے۔

(آغا مسعود باہر چلا جاتا ہے)

تیمور آقا۔ کیا تمھارا خیال ہے کہ قتل ہو جانے کے خوف سے
آج میں نسا خانم کو دیکھنے بھی نہ آتا؟ (میں تو یہ سر اس پر
فدا کر چکا ہوں) مگر اسوقت بھی میں بغیر کسی مطلب کے
نہیں آیا ہوں۔ میں چاہتا ہوں کہ آج رات کو نسا خانم
کو لے اُڑوں اور کسی دوسری جگہ لیجاؤں۔ اب میں اسکو
یہاں ہرگز نہیں چھوڑ سکتا۔ تمھارا خاوند مجھسے تلخکلامی کرنے
لگا ہے۔ میں بھی اپنی منگیتر کو اب اُسکے گھر میں نہیں رکھ سکتا

من بعد ہم مثلِ سابق اینجا آمد و شد کنم۔
شعلہ خانم۔ خیلے خوب من ہم باین امر راضی
ہستم۔ آقا روزِ روشن اینجا آمدنت خوب نبود۔
خودت نمیدانی کہ زیبا خانم از صد جا آدم
بکمینِ ما گذاشتہ است کہ بیک بہانہ ترا کشتن
بدہد و مارا بدنام نماید۔ بہترش ایں است
کہ الحال بطورے از اینجا کنار بکشی۔ نصفِ شب
با اسب و آدم دمِ دروازہ آمادہ بشوید۔ من
ہماں ساعت نسا خانم را بیروں آوردہ بدستِ
شما بسپارم۔ بردارہ ببر۔

تیمور آقا۔ نسا خانم تو ہم کہ راضی ہستی ؟

نسا خانم۔ البتہ کہ راضی ہستم۔ دیگر غیر از ایں چارہ
نماندہ است (دریں حال آقا مسعود از دمِ در بآواز میزند)
اے اماں! وزیر میآید۔

شعلہ خانم و نسا خانم۔ (رنگِ رویشان پریدہ۔)
اے وائے ننہ! اماں! اے تیمور آقا! پشتِ ایں پردہ
قائم شو۔ ببینم ایں ظالم را میتوانیم رد بکنیم۔

تیمور آقا۔ (ہرگز بحالتِ خود تغیر ندادہ با آرامے)
من ہرگز دیگر پشتِ ایں پردہ نخواہم رفت۔ بگذار
بیاید۔ مرا ہم اینجا بہ بیند۔

شعلہ خانم و نسا خانم۔ (بہ پیشِ پائش افتادہ زانوہایش
او را بغل کردہ۔ با اضطرابِ تمام)۔ بخاطرِ خدا۔ خودت را بموجِ
خون نزن۔ ترا بقبرِ پدرت پشتِ پردہ قائم شو۔

اور نہ پھر میں پہلے کیطرح یہاں آجا سکتا ہوں۔

شعلہ خانم۔ بہت اچھا میں بھی اس بات پر راضی ہوں۔
مگر دن دہاڑے تمھارا یہاں آنا اچھا نہیں تھا۔ تم خود
جانتے ہو کہ زیبا خانم نے سیکڑوں جگہ آدمی ہماری گھات
میں لگا رکھے ہیں کہ کسی طرح سے ایک بہانہ ملجائے اور تمکو
قتل کیلئے حوالہ کردے۔ اور ہمکو رسوا کرے۔ عمدہ تدبیر تو
یہ ہوگی کہ کسی طرح اسوقت تم یہاں سے چلے جاؤ۔ آدھی
رات کو تم گھوڑا اور خادم ہمراہ لیکر دروازہ کے سامنے
تیار رہنا۔ میں اُسی وقت نسا خانم کو باہر لاکر تمھارے
ہاتھ میں ہاتھ پکڑا دونگی۔ جہاں چاہے لیجانا۔

تیمور آقا۔ نسا خانم کیا تم بھی راضی ہو ؟

نسا خانم۔ بیشک راضی ہوں۔ اب بجز اسکے اور کوئی
تدبیر نہیں رہی۔ (اسی اثنا میں آقا مسعود دروازہ کے پاس
سے آواز دیتا ہے) اے خدا کی پناہ! وزیر آتا ہے۔

شعلہ خانم اور نسا خانم۔ (منھ فق) اوئی ہائے اماں!
خدا کی پناہ! اے تیمور آقا اس پردہ کے پیچھے چھپکر کھڑے
ہو جاؤ۔ دیکھیں اس ظالم کو ٹالنے کی ہم کیا فکر کرسکتے ہیں۔

تیمور آقا۔ (اپنی حالت قائم رکھ کر اطمینان کیساتھ)
اب میں ہرگز اس پردہ کے پیچھے نہ جاؤنگا۔ آنے دو۔
مجھکو بھی یہیں آکر دیکھ لے۔

شعلہ خانم اور نسا خانم۔ (اسکے پاؤں پر گرکے اور ٹانگوں کو
لپٹ کر بیقراری سے) خدا کے لئے خون کے دریا میں نہ کودو۔
تمکو اپنے باپ کے قبر کا واسطہ پردہ کے پیچھے جاکر کھڑے ہو جاؤ۔

تیمور آقا۔ ہرگز۔

آغا مسعود۔ (دوبارہ سرش را از در تو کردہ) آمان! وزیر رسید۔

شعلہ خانم و نسا خانم۔ اے دور سرت بگردم بما رحم کن۔ وزیر این دفعہ ہم اگر شما را اینجا بہ بیند بیشک ما را بہ کشتن میدہد۔

تیمور آقا۔ ہا محض خاطر شما۔

(میرود پشتِ پردہ۔ یک ثانیہ گذاشتہ وزیر داخلِ اطاق می شود)

وزیر۔ خوب شد کہ شما ہر دو اینجا ہستید بر من واجب شدہ بود با شما صحبتے بکنم۔ دل آرام من باشد۔ شعلہ میدانی خواہر ترا کہ بخان بدہیم درجۂ من در رتبہ تو چہ قدر زیادتر خواہد شد۔ در ینصورت آیا نباید کہ شما فکر نیکنامی خود بکنید؟ ناموس خود تان را بباد ندہید۔ نگویند خواہر زن خان بنامحرم ہا آمد و رفت دارد۔

شعلہ خانم۔ (بتانی و آرام قلب) بفرمائید۔ بہ بینم من با کدام نامحرمہا آمد و رفت دارم۔

وزیر۔ مثلاً تیمور آقا کہ در اطاقِ تو دیدمش۔

شعلہ خانم۔ بلے؛ با زنت زیبا خانم پشتِ این پردہ۔

وزیر۔ راست است من کہ در حقِ شما بدگمان نشدم۔

تیمور آقا۔ ہرگز نہیں۔

آغا مسعود۔ (دوبارہ دروازہ سے سر نکالکر) خدا کی پناہ! وزیر آپہونچا۔

شعلہ خانم اور نسا خانم۔ تمھارے سر کے قربان جائیں ہم پر رحم کھاؤ۔ اگر وزیر نے اس دفعہ تمکو پھر دیکھ لیا تو یقیناً ہمکو قتل کرا دیگا۔

تیمور آقا۔ خیر! صرف تمھاری خاطر سے۔

(پردہ کے پیچھے چلا جاتا ہے۔ منٹ بھر بعد وزیر بھی کمرہ میں داخل ہوتا ہے)

وزیر۔ اچھا ہوا، تم دونوں یہاں موجود ہو۔ مجھکو تم سے باتیں کرنے کی ضرورت تھی۔ میری طرف توجہ کرو۔ شعلہ! تم جانتی ہو کہ اگر تمھاری بہن کی شادی خان کیساتھ کر دیجائیگی تو میرا مرتبہ اور تمھاری قدر کسقدر بڑھ جائیگی اس صورت میں کیا تمکو لازم نہیں ہو کہ اپنی نیکنامی کی فکر کرو۔ اور اپنی عزت و آبرو کو برباد نہ کرو۔ ایسا نہ ہو لوگ کہیں کہ خان کی سالی کے یہاں غیر مرد آتے جاتے ہیں۔

شعلہ خانم۔ (سہولت اور اطمینان قلب سے) فرمائیے۔ دیکھیں وہ کون نامحرم لوگ ہیں جو میرے پاس آمد و رفت رکھتے ہیں۔

وزیر۔ مثلاً تیمور آقا جسکو میں نے تمھارے کمرہ میں دیکھا ہے۔

شعلہ خانم۔ ہاں اپنی بیوی زیبا خانم کے ساتھ۔ اس پردہ کے پیچھے۔

وزیر۔ صحیح ہو۔ میں تمھاری طرف سے بدگمان نہیں ہوں۔

ممکن است این تقصیر از زیبا خانم سرزده باشد
من این حرفها را بخاطر آن بشما میگویم که طوری
نشست و برخاست کنی، نسبت بشما حرفِ
بد پیشِ خان گفته نشود که دلش از نسا خانم
سرد بشود. چونکه الحال برای نسا خانم بے اختیار
است، بمن فرموده است تا هفتهٔ دیگر تدارک
به بینم، عروسی کند. اینهم انگشتری است، پیشکش فرستاده
نسا خانم، بیا بگیر. بکن انگشتت.

(انگشتر را کف دستِ نسا خانم میگذارد)

نسا خانم. دختری که در حقِ خواهرش بدگمان
بشوند، لائقِ خان نمی باشد. این انگشتر را
ببرید. لائقِ خان دختر پیدا کرده انگشتش
بکنید.

(انگشتر را پیش وزیر زمین میگذارد و بیرون
میرود)

وزیر. (پشتِ سرش). دخترم من مگر در حقِ
خواهرِ تو بدگمان میشوم؟ این حرفها را از بابتِ نصیحت
ادا گفتم.

شعله خانم. نمی شد که این نصیحت را به زنت
زیبا خانم بکنی؟

وزیر. البته! فردا با او از این هم سخت ترش را
خواهم گفت.

شعله خانم. فردا پس چرا؟ امروز مگر نمیتوانی بروی؟

ممکن ہے یہ قصور زیبا خانم سے سرزد ہوا ہو۔ میں یہ بات
محض اس لیے تم سے کہتا ہوں تاکہ تم اپنی نشست و
برخاست اس طرح سے کرو کہ تمھاری نسبت کوئی شخص
خاں سے بری بات نہ کہے اُسکا دل زیبا خانم سے پھر جائے
چونکہ ابھی خاں نسا خانم کیلئے بیقرار ہے مجھکو حکم دیا ہے
کہ اگلے ہفتہ تک تمام انتظام کرلوں اور شادی ہو جائے
یہ انگوٹھی بھی تحفتاً بھیجی ہے۔ نسا خانم آؤ یہ لو۔
اُنگلی میں پہن لو۔

(نسا خانم کی ہتھیلی پر انگوٹھی رکھدیتا ہے)

نسا خانم۔ وہ لڑکی جسکی بہن کی طرف سے لوگ بدگمان
ہوں اس قابل نہیں ہے کہ خاں کی بیوی بنے۔ آپ
اس انگوٹھی کو لیجائیں۔ خاں کے قابل کوئی لڑکی
تلاش کرکے اُسکو پہنائیں۔

(وزیر کے سامنے زمین پر انگوٹھی پھینکدیتی ہے اور باہر
چلی جاتی ہے)

وزیر۔ (نسا خانم کے پیچھے)۔ بیٹی! کیا میں تمھاری بہن
کی طرف سے بدگمان ہوں؟ یہ بات تو میں نے صرف نصیحت کے
طور پر کہی تھی۔

شعلہ خانم۔ کیا یہ نہیں ہو سکتا تھا کہ یہ نصیحت آپ
اپنی بیوی زیبا خانم کو کریں؟

وزیر۔ ہاں ہاں! کل اُس کو اس سے بھی زیادہ سخت
الفاظ کہونگا۔

شعلہ خانم۔ کل کیوں؟ کیا آج نہیں جا سکتے؟

وزیر۔ حالا دیگر چنداں لازم نیست، زیرا کہ فرضاً
تمور آقا رفیق او بودہ باشد، بسزاش رسید
یا پیدا شدہ بکشتن خواہد رفت۔ یا گریختہ از ایں
ولایت در بدر خواہد افتاد۔ دیگر من بعد
دریں باب ہیچ گفتگو لازم نیست۔ باید
بتدارک عروسی نسا خانم مشغول
شد۔

شعلہ خانم۔ پس برو اطاق مادرم ایں حرفہا
را با او گفت و شنید کن۔ اینہا کار من کہ نیست۔

وزیر۔ برو مادرت را ہم صدا کن بیاید اینجا۔
در اینجا گفت و شنید نمائیم۔

(دریں حال در باز شدہ پری خانم و نسا خانم داخل
میشوند۔ وزیر رو میکند بہ پری خانم)

وزیر۔ خوب شد خودتاں تشریف آوردید۔
بفرمائید۔ بنشینید۔

پری خانم۔ دردت بجانم۔ وقت نشستن نیست
باز میروی کمی توانم بہ بینمت۔ گذشت من با شما
حرفے داشتم بگویمت۔ الحمد للہ آں قدر مشغلہ داری
کہ نمیتواں شمارا دید۔

وزیر۔ بلے علی الخصوص ایں روز ہا کہ ہیچ مجال
نداشتم۔ بگو، بہ بینم مطلب تاں چیست۔

پری خانم۔ دردت بجانم چنداں مطلبے نبود۔
رفتہ بودم از قربان فالگیر دعا بگیرم

وزیر۔ اب زیادہ کہنے سننے کی کوئی ضرورت نہیں ہے
اسلیے کہ اگر یہ مان بھی لیا جائے کہ تیمور آقا نساخانم کا
محب تھا۔ تو وہ اپنی سزا کو پہونچ گیا۔ اگر مل گیا تو قتل کیا
جائیگا۔ اگر اس ولایت سے بھاگ گیا تو در بدر مارا مارا
پھریگا۔ آیندہ اس معاملہ میں پھر کوئی گفتگو کرنیکی ضرورت
نہیں ہے۔ اب ہمیں نساخانم کی شادی کا انتظام کرنا
چاہیے۔

شعلہ خانم۔ تو جاؤ اماں جاں کے کمرہ میں۔ یہ باتیں
اُنسے کہو سنو۔ یہ کام میرے کرنیکے نہیں ہیں۔

وزیر۔ جاؤ اپنی اماں جان کو بھی یہیں بلالاؤ۔ ہم یہیں
بات چیت کرلینگے۔

(اسی اثنا میں دروازہ کھلتا ہے۔ پری خانم اور نساخانم
داخل ہوتی ہیں۔ وزیر پری خانم سے)

وزیر۔ اچھا ہوا آپ خود تشریف لے آئیں۔ فرمائیے
بیٹھیے۔

پری خانم۔ بلائیں لوں، بیٹھنے کا وقت نہیں ہے۔ تم پھر
چلے جاؤگے اور میں تمکو دیکھ نہ سکونگی۔ غور سے سنو۔ میں
تمسے کچھ کہنا چاہتی ہوں۔ خدا کا شکر ہے کہ تمھیں اسقدر
کام ہے کہ تمھارا دیکھنا ہی دشوار ہو گیا ہے۔

وزیر۔ جی ہاں بالخصوص آجکل تو مجھکو بالکل ہی فرصت نہ تھی
فرمائیے۔ دیکھیں آپکا کیا مطلب ہے۔

پری خانم۔ بلائیں لوں! کچھ بڑی بات نہیں تھی۔ میں
قربان رمّال کے پاس گئی تھی کہ اُس سے تعویذ لکھالاؤں

انشاء اللہ از خترم شعلہ خانم خدا پسرے بشما
کرامت کند۔ فالگیر دعا را نوشتہ۔ گفتہ است
باید سہ برابر سر وزیر گندم بکشی و بگذاری،
بفقیر و فقرا بخش کنی۔ الحال باید
سہ برابر سر شما بگیرم کہ وقت سمنو
نمیگذرد۔

وزیر۔ تکلیف عجیبے میکنی۔ نہ ؟ مادام کہ سر من
در بدن من است چہ طور میتوانی سر مرا بکشی
برابر شرا بگیری ؟

پری خانم۔ در رت بجانم! میتوانم با خیلے
آسان است۔ فالگیر خودش یادم دادہ است
ظرف گودی بایست سر شما گذاشت۔ بہر ظرفے
کہ سر تان بگنجد کیلۂ آن ظرف برابر سر شما ست۔
نساخانم بادیہ را اینجا بیار۔

(نسا خانم میرود بادیہ کوچکے را کہ آغا مسعود حاضر
کردہ بود میاورد۔ پری خانم زود دست میبرد کلاہ وزیر
را با دلے از سرش بر میدارد)

وزیر۔ اگرچہ تکلیف نامناسب است اما نمیتوانم
مضائقہ کنم۔ ہر نحوکہ گفتہ اند بایست عمل کرد۔
کاش خدا آرزوئے شعلہ خانم را بر ساند۔

پری خانم۔ بے قربان سرت! نسا خانم بادیہ را
بگذار سرش۔

نسا خانم بادیہ را میگذارد بادیہ تا دم ابروہائے وزیر میاید۔

تاکہ اگر خدا چاہے تو میری بیٹی شعلہ خانم سے تمکو ایک
لڑکا عنایت فرمائے۔ رمّال نے تعویذ لکھکر کہا کہ وزیر
کے سر کے برابر تین بار گیہوں لیکر دلیا پکاؤ اور فقیروں کو
تقسیم کردو۔ میں چاہتی ہوں کہ ابھی تمھارے سر کے
برابر تین بار گیہوں لے لوں تاکہ دلیا پکاکر صدقہ کرنیکا
وقت نہ گذر جائے۔

وزیر۔ یہ تو ایک عجیب کام ہی۔ آہاں! جبتک میرا سر
میرے تن پر موجود ہے اسوقت تک تم میرا سر کیونکر لے سکتی
ہو کہ اسکے برابر تول سکو؟

پری خانم۔ بلائیں لوں! میں کر سکتی ہوں۔ بہت
آسان بات ہے۔ خود رمّال نے مجھکو بتایا ہے۔ ایک گہرا برتن
لیکر تمھارے سر پر اُلٹا رکھنا چاہیے جس برتن میں تمھارا
سر سما جائے اُسی برتن کی پیمائش تمھارے سر کے برابر ہوگی۔
نسا خانم! بادیہ لاؤ۔

(نسا خانم جاکر ایک چھوٹا بادیہ لے آتی ہے جو آغا مسعود نے
پیش کیا تھا۔ پری خانم جلد ہاتھ بڑھا کر اطمینان کیساتھ وزیر کے
سر سے ٹوپی اُتار لیتی ہی)

وزیر۔ اگرچہ یہ کام اچھا تو نہیں مگر میں انکار نہیں کر سکتا
خیر جسطرح بتایا ہے عمل کرو۔ خدا کرے شعلہ خانم کی آرزو
پوری ہو۔

پری خانم۔ ہاں قربان جاؤں! نسا خانم انکے سر پر
بادیہ رکھدو۔

(نسا خانم بادیہ رکھدیتی ہی۔ جو وزیر کی بھوؤں تک آتا ہے

دیگر بائیں تر میرود۔ نساخانم زور میزند که پائین تر
رود)
وزیر۔ (هر دو دستش را بلند کرده) اُف اُف
اماں! چه میکنید؟ دماغم خرد شد، یواش۔
(بادیه را از سرش بر میدارد)
پری خانم۔ (زود) دختر بادیۂ بزرگتر
بیار۔
(نساخانم دویده میرود یک بادیۂ بزرگ میآورد)
وزیر۔ ای ننه جان! بخاطرِ خدا نمیشود اینکار
بوقتِ دیگر بماند؟ حالا میخواستم با شما حرف
بزنم۔ مطلبِ واجبی داشتم۔
پری خانم۔ نه ننه!! ننه جان!!! نمیشود۔ وقتش
میگذرد۔ قربانِ سرت بروم۔ یک دقیقه کار دارد
ما هم تلاش میکنیم برای شما (گریه کنان)
پس در این آخرِ عمر روا است بغل شعله خانم
بچه ندیده بمیرم؟ (چشمش را اشک آلود
کرده، رو به نساخانم میکند) دختر، بادیه را بگذار
میخواستی از اول همین یکی را بیاوری۔
(نساخانم بادیه را میگذارد۔ بادیه از گلوی وزیر پائین تر
آمده۔ پری خانم زود شعله خانم را بطرف پرده اشاره
میکند۔ شعله خانم آهسته پرده را بلند کرده تیمور آقا را
بیرون آورده میبرد تا دم در۔ تیمور آقا از دم در آنطرف تر
رد میشود۔ نساخانم بادیه را بر میدارد)

اس سے زیادہ نہیں آتا۔ نساخانم نیچے اُتارنے کے لئے زور
لگاتی ہے)۔
وزیر۔ (دونوں ہاتھ بلند کرکے) بس بس۔ معاف کرو
یہ کیا کرتی ہو؟ ارے میری ناک کٹی۔ آہستہ سے۔
(اپنے سر سے بادیہ ہٹا دیتا ہے)
پری خانم۔ (جلدی سے) بیٹی اس سے بڑا بادیہ
لاؤ۔
(نساخانم دوڑ کر ایک بڑا بادیہ لے آتی ہے)
وزیر۔ امّاں جان! خدا کیلئے کیا یہ کام دوسرے
وقت تک ملتوی نہیں ہو سکتا؟ اب میں چاہتا ہوں
کہ آپ سے کچھ بات کروں۔ ایک ضروری مطلب ہے۔
پری خانم۔ نہیں نہیں میری جان۔ ایسا نہیں ہو سکتا
اُسکا وقت گذرا جا رہا ہے۔ قربان جاؤں ناراض نہو
ایک لمحہ کا کام ہے۔ ہم بھی تو تمھارے ہی لئے فکر کرتے
ہیں (روکر) کیا اچھا ہوگا کہ اس بڑھاپے میں شعلہ خانم
کی گود بچہ سے خالی دیکھوں اور مر جاؤں؟ (آنکھوں
میں آنسو بھر کر نساخانم سے)۔ بیٹی، بادیہ رکھدے۔ اگر تو چاہتی
تو پہلے ہی سے یہ بادیہ لے آتی۔
(نساخانم بادیہ سر پر رکھدیتی ہے جو وزیر کی گردن سے
نیچے تک آتا ہے۔ پری خانم جلدی سے شعلہ خانم کو پردہ کیطرف
اشارہ کرتی ہے۔ شعلہ خانم آہستہ سے پردہ اُٹھا کر تیمور آقا کو باہر
نکالتی ہے اور دروازہ تک لیجاتی ہے۔ تیمور آقا دروازہ سے باہر
نکلجاتا ہے۔ نساخانم بادیہ اُٹھا لیتی ہے)

وزیر۔ آقا دیگر۔ نہ، الحال نشیں کہ منہم میخواہم
باشما حرف بزنم۔
پری خانم۔ بچشم فرزندم۔
(میخواہد بنشیند کہ از میانِ حیاط صدائے
قیل وقال بلند میشود۔ دقیقہ نگذشتہ تیمور آقا
دست بہ طپانچہ داخلِ اطاق میشود۔ وزیر از دیدن
تیمور آقا متزلزل گشتہ)
تیمور آقا۔ خونبہائے پدرم حرامت باشد۔
آخر میخواہی ناحق دنار دوا مرا بکشتن بدہی۔
من تا ترا نکشم کشتہ نمیشوم۔ (طپانچہ را بطرف وزیر
دراز میکند)
شعلہ خانم۔ (روئے پائش افتادہ التماس میکند)
اماں اماں اے تیمور آقا۔ دست نگہدار حوصلہ بکن۔
(تیمور آقا دست نگہ میدارد۔ دریں حال
صمد بیگ با چند نفر غلام داخلِ اطاق شدہ، دم
درب وامی ایستد)
تیمور آقا۔ صمد بیگ، غرض تو چہ چیز است؟
میخواہی چہ کنی؟
صمد بیگ۔ آقا، ما نوکرِ شما و پدرِ شما ہستیم
ما چہ حد داریم خدمتِ شما ترکِ ادب بکنیم۔
اما خودت میدانی فرمائشِ خان است۔ باید شما را
ببریم پیشش۔
تیمور آقا۔ مرا نمیتوانید زندہ پیش او ببرید۔

وزیر۔ مگر اب! اماں ذرا بیٹھ جائیے کہ میں بھی آپ سے
کچھ بات کرنا چاہتا ہوں۔
پری خانم۔ ہاں ہاں بیٹا ضرور۔ سر آنکھوں سے۔
(بیٹھنا چاہتی ہے کہ مکان کے صحن سے شور وغل دہول
جال) کی آواز آتی ہے۔ اور ایک لمحہ نہیں گذرنے پاتا کہ
تیمور آقا ہاتھ میں تمنچہ لئے کمرہ میں داخل ہوتا ہے۔ وزیر اُسکو
دیکھتے ہی کانپنے لگتا ہے)
تیمور آقا۔ میرے باپ کا نمک تیرے پھوٹ پھوٹ کر
نکلے۔ (میرے باپ کی نیکیاں تیرے کام نہ آئیں) آخر تو یہ چاہتا
ہے کہ مجھکو ناحق قتل کرائے۔ میں جبتک تجھے قتل نہ کرونگا
ہرگز خود قتل نہ ہونگا۔ (تمنچہ وزیر کی طرف بڑھاتا ہے)
شعلہ خانم۔ (اُسکے پاؤں پر گرکے التجا کرتی ہے) رحم!
رحم! اے تیمور آقا اپنا ہاتھ روک۔ آپے سے باہر نہو۔
(تیمور آقا ہاتھ روک لیتا ہے۔ اسی اثناء میں صمد بیگ
معہ چند غلاموں کے کمرہ میں داخل ہوتا ہے اور دروازہ پر
کھڑا ہو جاتا ہے)
تیمور آقا۔ صمد بیگ، تیرا کیا مطلب ہے؟ تو کیا کرنا
چاہتا ہے؟
صمد بیگ۔ حضور، ہم آپکے اور آپ کے والد کے ملازم
ہیں۔ ہماری کیا مجال جو حضور کی شان میں کوئی گستاخی
کر سکیں۔ لیکن حضور خود جانتے ہیں کہ خان کا حکم ہے
ہمکو لازم ہے کہ ہم حضور کو خان کے پاس لیجائیں۔
تیمور آقا۔ تم مجھکو اُس کے پاس زندہ نہیں لیجا سکتے۔

اگر سرم را پیش او ببرید۔ سرم ہم با ایں
آسانیہا دستِ کسے نمی افتد۔ بسم اللہ قوۃ تش
را داری۔ بیا پیش۔
صمد بیگ۔ آقا فرض کن با آں طلبانچہ زدی
یکے را کشتی۔ پنجاہ نفر غلام کہ ہمراہِ من است
ہمہ اینہا را کہ نمیتواں کشت۔ ہیچ اینہا لازم
نیست۔ خاں، خاطر جمع، قول دادہ، عہدہ گرفتہ
است، کارے بشما نکند۔
تیمور آقا۔ من ہرگز بقول و فعل او اعتبار ندارم
او کے سرِ قولِ خود ایستادہ است کہ آدم بتواند
باورش کند؟ حرف ہمانست کہ گفتم۔
(دریں حال دوبارہ از حیاط قیل وقال بلند
شدہ، سلیم بیگ ایشیک آقاسی باشی و رضا برادر رضاعی
تیمور آقا داخل اُطاق میشوند)
سلیم بیگ۔ صمد بیگ برو عقب! تیمور آقا،
سرت سلامت! اغاں عموت بسیاحتِ دریا
سوار شدہ بود۔ ناگاہ بادِ مخالف وزیدہ قائق
واژونہ گشتہ بدریا غرق شدہ است۔ الحال
مردم دمِ عمارتِ دیوانخانہ جمع آمدہ منتظر اند
تشریف ببرید۔ بمسندِ حکومت و جلسۂ پدرت
قرار بگیرید۔
تیمور آقا۔ رضا، چنیں است؟
رضا۔ بلے، قربان! چنیں است۔

ہاں میرا سر اُسکے پاس لیجانا۔ مگر میرا سر بھی ایسی آسانی
سے کسیکے ہاتھ نہیں آسکتا۔ بسم اللہ اگر طاقت ہو
تو سامنے آؤ۔
صمد بیگ۔ آقا فرض کیجئے کہ حضور نے یہ تپنچہ مار
ایک کو قتل کر دیا۔ میرے ساتھ پچاس غلام ہیں؟
حضور ان سب کو قتل نہیں کر سکتے۔ مگر خیر ان باتوں
کی ضرورت نہیں ہے۔ خاں نے اطمینان سے قول دیکر
وعدہ کیا ہو کہ وہ حضور سے کچھ نہیں کہیگا۔
تیمور آقا۔ میں اُسکے قول و فعل کا ہرگز اعتبار نہیں کرتا
اُسنے کب اپنے قول کی پابندی کی ہے کہ کوئی شخص اُسکا
اعتبار کرے؟ بس جو کچھ میں کہہ چکا ہوں وہی ٹھیک ہے
(اسی اثنا میں صحن مکان سے دوبارہ شور و غل کی آواز
آتی ہے۔ سلیم بیگ منتظم دربار اور رضا، تیمور آقا کا دودھ شریک
بھائی کمرہ میں داخل ہوتے ہیں)
سلیم بیگ۔ صمد بیگ، ہٹو پیچھے۔ تیمور آقا، خدا آپکو
سلامت رکھے۔ خاں آپکے چچا کشتی میں سوار ہوکر دریا
کی سیر کو گئے تھے۔ ناگاہ ناموافق ہوا چلنے لگی اور کشتی
اُلٹ کر دریا میں غرق ہو گئی۔ اب دیوانخانہ کے
چاروں طرف آدمی جمع ہو کر حضور کا انتظار کر رہے
ہیں، تشریف لے چلئے۔ اپنے باپ کے عہدہ اور مسند پر
متمکن ہوجیئے۔
تیمور آقا۔ رضا! کیا یہی بات ہے؟
رضا۔ ہاں حضور قربان جاؤں یونہی ہے

بفرمائید، برویم۔ (دریں جا وزیر و صمد بیگ پیش آمدہ خاک میافتند) آقا قربانت شویم ما را تصدق بکنید۔

تیمور آقا۔ صمد بیگ، تو پاشو۔ برو، کنار واایست۔

(صمد بیگ برخاستہ کنار میرود)

تیمور آقا۔ (رُو بوزیر کردہ)۔ وزیر، جہتِ آمدنِ من بخانۂ شما آں بود کہ من خواہرزنِ تو نساخانم را دوست داشتہ و میدارم۔ میخواستم بحکم خدا و شرع رسولؐ و برضایتِ خودش او را ببرم۔ اما شماہا بخاطر بعضے آرزوہائے دور و دراز میخواستید او را بآں غیر مرحوم بدہید۔ و ما ہم ازیں جہت نمیتوانستیم اصل مطلب را بشما اظہار بکنیم۔ ایں بود کہ شما در حقِ من بدگماں شدہ بخیال کشتن من افتادہ بودید۔

ولیکن اتفاقِ آسمانی
کند تدبیرہائے شخص باطل

خداوند بمقتضائے عدالت کہ مکافاتِ عمل ہر غنی و درویش را تحققاً پیش اومی نہد، راستکاراں را رستگار فرمودہ، و عکس مراد شما روئے داد۔ حالا من بنا بہ رفتارہائیکہ در ایام اقتدار، نسبت برعیت و لشکر از شما بروز کردہ است، نباید دوبارہ شغل وزارت را

حکم ہو تو ہم لوگ جائیں۔ (اس وقت وزیر اور صمد بیگ آگے آکر زمین پر گر پڑتے ہیں)۔ آقا قربان جائیں! ہمکو معاف فرمائیے۔

تیمور آقا۔ صمد بیگ، تو اُٹھ کر۔ الگ جاکر کھڑا ہو۔

(صمد بیگ اُٹھکر الگ ہو جاتا ہے)

تیمور آقا۔ (وزیر سے مخاطب ہوکر)۔ وزیر صاحب آپکے گھر میں میرے آنیکی وجہ یہ تھی کہ میں تمھاری سالی نساخانم کو چاہتا تھا اور چاہتا ہوں۔ میری خواہش تھی کہ حکم خدا اور شریعت رسول صلعم اور اُسکی مرضی سے اُسکو لیجاؤں۔ مگر تم بعض دور اندیشانہ اغراض و مقاصد کی وجہ سے یہ چاہتے تھے کہ نساخانم کی شادی اُس متوفی خاں سے جسپر خدا کی رحمت نہ ہو، کردیں۔ اور ہم بھی اسی وجہ سے تمسے اپنا اصل مطلب ظاہر نہیں کر سکتے تھے۔ یہ وجہ تھی کہ تم مجھسے بدگمان ہوکر میرے قتل کرانیکے درپے تھے۔

گردش زمانہ سے انسان کی تدابیر بیکار ہو جاتی ہیں۔

خدا نے بخیال عدل و انصاف، جو ہر کس و ناکس فقیر و امیر کے اعمال کا ٹھیک بدلہ اُنکو دیتا ہے، نیک کام کرنے والوں کو بری کیا اور تمھاری مرادیں اُلٹ دیں۔ اب اُن بدسلوکیوں اور زیادتیوں کی بنا پر جو حکومت کے زمانہ میں تمسے سرکاری ملازموں اور رعیت پر دن رات ہوتی رہی ہیں میں ضروری نہیں سمجھتا کہ وزارت کا کام

بشمار رجوع کنم و در عمل سابق خودت باقی
بگذارم۔ زیرا میدانم کارہائیکہ عادی طبیعت
کسے شدہ باشد، محال است کہ از ذہن او
بیرون برود، تا از روئے قاعدہ بکار مردم
رسیدگی نماید۔ ولیکن نمک پروردۂ ایں
خانوادہ بودۂ۔ من بکلی از تقصیرات گذشتۂ
شما چشم می پوشم۔ پس از یں مادام الحیات
از من وظیفہ خوار بودہ در کمال امنیت
و آسودگی بسر خانہ و عیال خود خواہی
بود۔ اما در شغل وزارت، بنا باصلاح امور ملک
و ملت از من حق توقع نخواہی داشت۔
برائے آنکہ مداخلۂ امثال شما بامور مملکت
خلاف انصاف مروت است۔ چوں
ہر کہ بخواہد امور مملکت را موافق قاعدہ
باصلاح بیاورد، و رعیت و ملت را ترقی
بدہد، لابد باید مرداں بے اطلاع غیر کافی
و باغرض را از ریاست خلع کند۔ و امور
ملک و ملت را بمردان کاردان کافی و بیغرض
با اطلاع واگذارد۔ اشخاصے راکہ طمع کاری
و رشوہ خواری، عادت طبیعی شدہ است
و حکم را محض جلب منفعت خود بخلاف حق
و استحقاق میدہد، دخیل کار بندگان خدا نکند
تا امور دولت و ملت بطور درستی رو بترقی گذارد و عموم

پھر تمھارے سپرد کروں اور تمکو تمھارے سابق منصب پے
قائم رہنے دوں۔ اسلیئے کہ میں جانتا ہوں کہ جو خراب
عادتیں کسی شخص کی جزو طبیعت ہو جاتی ہیں ناممکن ہے
کہ وہ اُسکے دل سے اسطرح نکلجائیں کہ وہ پھر باقاعدہ
طور پر رعایا کا کام کرنے لگے۔ مگر چونکہ تم اس خانداں
کا نمک کھاکر پرورش ہوئے ہو اسلیئے میں تمھارے
تمام قصور معاف کرتا ہوں۔ لہذا آج سے تم تمام عمر
میری سرکار سے پنشن پاکر نہایت امن و سکون سے
اپنے گھر میں بال بچوں کے ساتھ رہوگے۔ لیکن
ملک و قوم کی بھلائی کے خیال سے تمکو مجھسے یہ توقع
نہ ہوگی کہ میں پھر وزارت کا کام تمھارے سپرد
کروںگا۔ اسوجہ سے کہ تم جیسے آدمیوں کو سرکاری
عہدہ دینا انصاف اور مروت کے خلاف ہے
جو شخص یہ چاہتا ہو کہ ریاست کا کام قاعدہ کے
بموجب اچھا چلے اور قوم اور رعایا کو ترقی ہو اُس
کے لیئے لازم ہے کہ نالائق اور خودغرض آدمیوں کو
ریاست کے عہدوں سے علیحدہ کردے۔ اور ملک و قوم
کا کام تجربہ کار، لائق اور بے غرض آدمیوں کے
سپرد کردے۔ جن لوگوں کی سرشت میں لالچ اور
رشوت خواری داخل ہوگئی ہے اور وہ محض اپنے فائدہ
کیلیئے خلاف حق و انصاف احکام صادر کرتے ہیں اُنکو مخلوق خدا
کے کاموں میں دخیل نہ کیے تاکہ سلطنت اور قوم کے
تمام کام خوبی کیساتھ ترقی کریں اور تمام رعایا خواہ سرکاری

رعایا و نوکر و غیر نوکر آسودہ و فارغ البال
بودہ باشند۔ بارے علی الحساب زیادہ بریں
مجالِ گفتگو نیست۔ بایست دست بکار شد
تدارکِ عروسی را انجام داد۔ کارِ شما نیست
مشغول تدارک لازمۂ نسا خانم بشوید۔ انشاء اللہ
ہفتۂ آیندہ دستور العمل زفاف دادہ شود
دبزودی انجام بگیرد۔ ننم، پری خانم، باجی شعلہ خانم
خدا حافظ۔ مشغولِ کاروبارِ خود
باشید۔

پری خانم و شعلہ خانم۔ خدا بر عمر و دولت
بیفزاید، آقا! صد سالِ دیگر خانی و حکمرانی کنی۔

(تیمور آقا باتفاقِ حضرت از اطاق بیروں میآیند۔
وزیر با تحیّرِ تمام در خانہ میماند)

غلامہا۔ (بصداہائے بلند در میان حیاط)۔ تیمور خان
سلامت باشد!

(پردہ میافتد)

غیر از مترجم کسے ماذون نیست چاپ کند

نوکر ہوں یا کوئی اور آرام اور فارغ البالی سے زندگی
بسر کریں۔ خیر اب اس معاملہ میں زیادہ گفتگو کرنیکی
ضرورت نہیں ہے۔ اب ہمیں کام کرنا چاہیے شادی کے
انتظامات کی تکمیل کرنا چاہیے۔ تمھارا کام یہ ہے کہ
نسا خانم کی شادی کے ضروری لوازمات کے انتظامات میں
لگ جاؤ۔ انشاء اللہ آیندہ ہفتہ میں شادی کی
رسمیں جلد ادا ہو جائینگی۔ اماں جان۔ پری خانم اور
باجی شعلہ خانم! خدا حافظ۔ بس اب اپنے کاروبار میں
لگ جائیے۔

پری خانم اور شعلہ خانم۔ خدا تمھاری عمر و دولت زیادہ
کرے، آقا! سو برس تک خانی اور حکمرانی کرو۔

(تیمور آقا تمام آدمیوں کیساتھ کمرہ سے باہر چلا جاتا ہے اور وزیر
گھر میں حیرت زدہ رہجاتا ہے)

غلام لوگ۔ (صحن مکان میں بلند آواز سے)۔ تیمور خان
سلامت رہیں!

(پردہ گرتا ہے)

مترجم کے سوائے چھاپنے کی کسی کو اجازت نہیں ہے۔

شرح و فرہنگ

افرادِ اہلِ مجالس

میرزا۔ آقا۔ آغا= ایران میں ہر وہ شخص جو لکھنا پڑھنا جانتا ہو اپنے نام سے قبل "میرزا" کا لقب لگا لیتا ہے۔ اسلیے اسکے معنی وہی ہوئے جو ہندوستان میں لفظ "منشی" کے۔ مگر اصل نام کے بعد جب لفظ "میرزا" استعمال ہوتا ہو تو اُسکے معنی شہزادہ کے ہو جاتے ہیں۔ مثلاً محمد علی میرزا یعنی شہزادہ محمد علی۔ اسی طرح الفاظ "آقا" اور "آغا" شرفا اور اُن لوگوں کے لیے استعمال ہوتے ہیں جنکا مرتبہ معمولی نوکروں سے زیادہ ہوتا ہو جیسے آقا مسعود۔ آقا بشیر۔ مگر جب لفظ آقا نام کے بعد آتا ہے تو اسکی حالت بھی وہی ہو جاتی ہے جیسی میرزا کی جیسے تیمور آقا یعنی خان زادہ تیمور۔ یہ دونوں الفاظ "جناب" کے مرادف ہیں۔

بیگ= عام طور پر ملازموں، چھوٹے عہدہ داروں اور کم درجہ کے شرفا کے لیے عموماً ناموں کے آخر میں لگایا جاتا ہے جیسے سلیم بیگ، صمد بیگ، وزیر بیگ وغیرہ۔ آقا سے یہ کم درجہ کا خطاب ہے۔

خاں= اگرچہ آجکل ایران، افغانستان اور ہندوستان میں کروڑوں "خاں" نظر آتے ہیں۔ مگر قدیم زمانہ میں یہ لقب اُن اشخاص کا ہوتا تھا جو کسی صوبہ کے حاکم یا کسی ولایت کے فرماں روا ہوتے تھے۔ جیسے خانِ خیوہ۔ خانِ قلات۔ اور اس کتاب میں لفظ خاں کے یہی معنی ہیں یعنی حاکم ولایت خاں کا مؤنث خانم ہے۔ مگر آجکل ایران کی ہر عورت خانم کہلاتی ہے۔

فرّاش= لفظ فراش کے لغوی معنی فرش بچھانیوالا ہیں۔ لیکن ایران میں فراش کا کام علاوہ صفائی مکان کے یہ بھی ہے کہ وہ شرفا کے محلات میں پولیس کے سپاہی، تحصیل کے پیادہ اور فوجداری کے جلاد کا بھی کام دیتے ہیں۔ مالک کے حکم پر وہ لوگوں کو گرفتار کرتے ہیں، جرمانہ وصول کرتے ہیں، لوگوں کو سزا کے تازیانہ دیتے ہیں۔ گلے میں رسی یا چادر ڈالکر پھانسی دیتے ہیں۔ الغرض وہ سیاست کا تمام کام انجام دیتے ہیں۔

مہتر= سائیس۔

ناظر= گھر کا مختار جسکو ہندی میں بھنڈاری، مرہٹی میں اداری اور انگریزی میں اسٹوارڈ کہتے ہیں۔

زن کوچک = چھوٹی بیوی۔ نئی دلھن۔
سوگلی = چہیتی۔ لاڈلی۔ پیاری۔ منظور نظر۔
خانۂ وزیر ند = درخانۂ وزیر ند = وزیر کے گھر میں
مہمان یا مقیم ہیں۔
خواجہ = خواجہ سرائے۔
پیش خدمت باشی = باشی بمعنی سردار یعنی
گویا نوکروں کا جمعدار۔
ایشیک آقاسی = منتظم دربار۔
نائب درخانہ = داروغہ دربانان۔
عارضین = جمع عارض بمعنی عرضی دینے والا
یا عرض کرنیوالا۔
عمال = جمع عامل بمعنی عمل کرنیوالا احکام سرکاری
نجباء = جمع نجیب بمعنی شریف۔ شرفاء
رضاعی = دودھ پلانیوالی عورت کی اولاد۔

ترتیب افراد اہل مجالس اور انکے اطوار و خصائل

اس میں اشخاص متعلقہ ڈراما کی تقسیم چار حصوں
میں کی گئی ہے۔

اول حصہ میں میرزا حبیب وزیر اور اسکے متعلقین فراش،
سائیس، ناظر اور ملازم ہیں جنکا تعلق گھر کے بیرونی حصہ سے ہے۔

اُس کے بعد دوسرے طبقہ میں وہ لوگ ہیں
جن کا تعلق مکان کے اندرونی حصہ زنان خانہ
سے ہے مثلاً زیبا خانم، شعلہ خانم، پری خانم، ونسا خانم
ان سب کا محافظ دیا سبان حبشی خواجہ آغا مسعود ہے

اس ڈرامہ کا ہیرو یا "وبیر" مرزا حبیب خان لنکران
کا وزیر ہے۔ جو علم و فضل سے معرا، خوشامد پسند،
متکبر اور اظہار قوت و رعب داب کا شوقین ایک
ضعیف العمر شخص ہے۔ اُسکی نفس پرستی اور شوقین
مزاجی کا یہ حال ہے کہ باوجود کبرسنی کے اُسنے دھن دولت
عزت و قوت کے زور پر ایک نوجوان حسینہ شعلہ خانم
سے شادی کی ہے۔ اسدرجہ مغلوب الغضب ہے کہ "طویلہ
کی بلا بندر کے سر" والی مثل پر پوری طرح سے عامل ہوتا
رہتا ہے۔ خطا خواہ فراش کی ہو خواہ سائیس کی مگر
نزلہ داروغہ ہی پر گرتا ہے۔ الغرض یہ غرور و تکبر اور
نخوت و جہالت کا ایک طرفہ معجون مرکب ہے۔ دو بیویوں
میں "عدل" کا خاص اہتمام رکھتا ہے۔

زیبا خانم۔ مرزا حبیب وزیر کی بڑی بیوی ہے جو ضرورت
سے زیادہ زبان دراز اور مغلوب الغضب ہے۔ مگر ساتھ ہی
شریف بی بیوں کی طرح حیادار اور اپنے خاوند کی
خدمتگذار بھی ہے۔ سوتیا ڈاہ کی آگ نے اس غریب
بڑھیا کو جلا کر خاک کر دیا ہے اور ہر وقت اپنی سوت
شعلہ خانم کے درپے رہتی ہے۔ اور اپنے خاوند سے
لگائی بجھائی کرنے سے بھی دریغ نہیں کرتی۔

شعلہ خانم۔ مرزا حبیب وزیر کی دوسری، نئی اور
نوجوان حسین بیوی ہے "تریا چرتر" کا مجسمہ ہے۔ بات
کا بتنگڑ بنا دیتی ہے اور اپنی بلائیں فوراً دوسرے کو
پھنسا دیتی ہے۔ نہایت حاضر جواب اور چالاک عورت

ہے۔ خاوند کی محبت اُسکے دل مین اسی قدر ہے
جتنی ایک نوجوان بیوی کے دل مین کسی کھوسٹ
شوہر کی ہوا کرتی ہے۔

نسا خانم۔ ایک مہ جبین دوشیزہ ہو جو مرزا حبیب
کی چھوٹی سالی اور شعلہ خانم کی بہن ہو۔ تیمور آقا
جو خانِ لنکران کا بھتیجہ ہے وہ اس مہ جبین پر
عاشق ہے اور دونون کی نسبت بھی قرار پا چکی
ہے۔ خانِ لنکران بھی اس حسینہ کا خواستگار ہو
اور اپنے وزیر کے ذریعہ اسپر قبضہ جمانا چاہتا ہو
مگر وہ بجز تیمور آقا کے اور کسی سے رضامند
نہین ہے۔

پری خانم۔ وزیر کی ساس اور شعلہ خانم کی ماں
ہے۔ پرلے درجہ کی بنی ہوئی لسّان عورت ہے۔
اسکی بات بات مین چھل اور لفظ لفظ مین چال
ہے۔ اپنے داماد مرزا حبیب کو خوب اُلّو بناتی ہے۔

آقا مسعود۔ بھلسلے وزیر کا خواجہ سرا ہو شعلہ خانم
کا رازدار بھی ہے۔ ضرورت کے وقت مالک سے
غداری کرلیتا ہے۔

تیسرا گروہ خانِ لنکران اور اُسکے خدام اور
درباریون کا ہے۔ ان میں صرف خان لنکران
قابل تذکرہ ہے۔

خان۔ ایک سپیر نابالغ، اپنے بھائی کے حق کا غاصب،
قابلیت سے معرا مگر اظہار قابلیت کا دلدادہ ہے۔
ذاتی عقل و دانش سے دور ہے مگر دوسرون کے
کہنے سُننے پر مقدمات کا فیصلہ خلاف فطرت و عقل
کر دیتا ہے اور پھر چاہتا ہے کہ اُسکی حماقت کی
کوئی داد بھی دے۔ مغلوب الغضب بھی ضرورت سے
زیادہ ہے۔ اپنے بھتیجہ تیمور آقا کی جان کا دشمن
ہے اور اُسکے قتل کے لئے بہانہ ڈھونڈھتا رہتا ہو
خیر سے عیش پسند اور حسن پرست بھی ہر گز کھچڑی لمبی
سفید داڑھی پر تمنا ہے کہ ایک چہاردہ سالہ حسین
دوشیزہ نسا خانم سے شادی کرے۔ مرزا حبیب وزیر
بھی اپنی سنہری روپہلی مصلحتوں کی وجہ سے یہی
چاہتا ہے کہ یہ پیر نابالغ نئے جال مین پھنس جائے
تاکہ اُسکے لئے باعث ازدیاد عزت و دولت ہو۔
بغیر تحقیق حال وزیر کی شکایت پر تیمور آقا کے قتل کا
حکم سُنا دیتا ہے۔ لیکن قبل اسکے کہ تیمور آقا کے خون
سے ہاتھ رنگے خود طعمۂ نہنگ اجل ہو جاتا ہے۔

چوتھے طبقہ مین تیمور آقا و دیگر اشخاص ہین ان
مین قابل ذکر تیمور آقا ہے۔

تیمور آقا۔ ایک خوش رو اور طاقتور نوجوان ہے
جو دنگل مین سب پر غالب آتا ہے۔ یہ شخص خان لنکران
کا بھتیجہ اور نسا خانم کا منگیتر ہے۔ وقتاً فوقتاً وزیر
کے گھر آکر اپنی منگیتر نسا خانم سے ملتا ہے۔ زیبا خانم
تہمت لگاتی ہے کہ شعلہ خانم کی آشنائی تیمور آقا سے
ہے۔ وزیر خود تیمور آقا کو جو نسا خانم سے ملنے آیا تھا

اپنے گھر میں پکڑ لیتا ہے۔ اور اُسکا جانی دشمن ہوجاتا ہے۔ تیمور آقا کی شکایت خان سے کیجاتی ہے جو اُسکی گرفتاری اور قتل کا حکم دیتا ہے۔ تیمور آقا دربار میں حاضر ہوتا ہے مگر بھاگ جاتا ہے۔ وہ سپاہی اُسکی گرفتاری کے لئے تعنات کئے جاتے ہیں تیمور آقا وزیر کے گھر میں دندانہ گھس جاتا ہے اور نسا خانم کو بیجا اُسکا مطالبہ کرتا ہے۔ شعلہ خانم سمجھاتی ہے۔ اور وزیر کے قتل سے باز رکھتی ہے خان کے سپاہی آجاتے ہیں اور تیمور آقا سے اطاعت کا مطالبہ کرتے ہیں بہت کچھ ردو قدح ہوتی ہے۔ تیمور انکار کرتا ہے اور مرنے مارنے پر تیار ہو جاتا ہے۔ اتنے میں خاں کی غرقابی کی خبر آتی ہے اور تیمور آقا کو لوگ خاں کے تخت پر بٹھا دیتے ہیں۔ تیمور آقا رحم سے کام لیتا ہے۔ وزیر کو معاف کر دیتا ہے۔ مگر تاحیات پنشن مقرر کر کے اسکو وزارت سے علحیدہ کر دیتا ہے۔ نسا خانم سے شادی ہو جاتی ہے۔

افراد اہل مجلس کے عہدوں اور مرتبوں پر نظر ڈالنے سے ایران کے قدیم صوبوں کی حکومت کا مکمل نقشہ آنکھوں کے سامنے پھر جاتا ہے ایرانی امراء کے گھروں کی طرز معاشرت مستورات کے توہمات و خیالات اور آقاؤں کے مطلق العنانی دکھلانے کے علاوہ اس ڈرامہ میں وہ عیوب بھی ظاہر کئے گئے ہیں جو اُس زمانہ کے صاحبان اختیارات میں اکثر پائے جاتے تھے۔ اس ڈرامہ کا اصلی مقصد یہی ہے کہ اہل مُلک کو انکے معاشرتی اور ملکی عیوب سے آگاہ کر کے اصلاح کیطرف مائل کرے۔

مجلس اوّل

دریائے خزر۔ ایراں کے شمال میں ایک اندرونی بحیرہ ہے جو انگریزی میں بحیرۂ کاسپین کہلاتا ہے۔ یوروپ کا سب سے بڑا دریا وولغا اسی میں آکر گرتا ہے باکو روسی آذربائیجاں کا دارالحکومت جہاں کا مٹی تیل مشہور ہے اسکا بندرگاہ ہے۔ آنزلی جو جانب جنوب واقع ہے ایرانی بندرگاہ ہے۔

اُطاق = کمرہ۔

دم اندرون = حرم سرائے کے دروازہ سے متصل۔

رَشت = بحیرۂ خزر کے ساحل پر تجارتی مرکز ہے اور قرب و جوار کے تمام صوبجات کا مال اسی منڈی میں آکر فروخت ہوتا ہے ایران میں داخل ہو۔

نیم تنہ = نیم آستیں صدری۔ بنڈی۔ جاکٹ

آبی = آسمانی رنگ کا۔ نیلگوں۔

امروز = فی زمانا۔ آجکل۔

زرگر = سنار۔

دُوگمہ = دُگمہ = تکمہ بوتام۔ بٹن۔

تخم مُرغ = بیضۂ مُرغ۔ مرغی کا انڈا۔

یخہ = گریبان۔ گلا۔ کالر۔

دانۂ طلا = اشرفی۔

پول = نقد روپیہ پیسہ اشرفی۔ دام

ہر چہ کم آمد = اگر کچھ کمی پڑی۔

برگشتش درینجا = وقتِ برگشتن درینجا۔

واپس آکر۔

کارسازی میشود = حساب صاف ہو جائیگا۔

کمی پوری کردیجائیگی۔

مردکِہ = مردک۔ (مرد کے بعد ک اور ہ کا اضافہ تحقیر و تصغیر کا فائدہ دیتا ہے۔)

برمیگردی = واپس آئیگا تو۔ لوٹیگا تو۔

نخیر = نہیں۔

تا یکماہ دیگر = دوسرے مہینہ تک۔

اندازہ = ناپ۔ پیمائش۔

آنجا کہ بدوزند = وقتیکہ آنجا بدوزند = جب وہ وہاں سی جائیگی۔

کوتاہ و بلند = چھوٹی بڑی۔

مقصّر = قصوروار۔

عیب ندارد = کچھ مضائقہ نہیں۔

نمیشود = کیا ایسا نہیں ہو سکتا۔

ببُرند = قطع کرلیں۔ کاٹ لیں۔

اُخ = حرفِ استعجاب جیسے اوہ۔ وغیرہ۔

شماہا = تم لوگ۔

اظہار معرفت نمودن = قابلیت یا علمیت دکھانا۔

قیل و قال = کہنا سننا۔ بک بک۔

اوقات تلخی = بدمزگی۔

لابُد = ضرور۔ لازمی طور پر۔

آسودہ = مطمئن۔ آرام و چین سے۔

دوماہ بعید = دو مہینہ بعد۔

نوروز = ایرانیوں کی قومی عید۔ وہ دن جبکہ آفتاب برُج حمل میں داخل ہوتا ہے اور خرماہ مارچ میں یہ دن واقع ہوتا ہی فصل بہار کا پہلا دن ہے اسکا تعلق قمری سال سے کچھ نہیں ہے

چیزے غریبہ = کوئی عجیب و غریب یا نادر چیز۔

بگیرم = اگر بگیرم = اگر خرید تا ہوں میں۔

نزیبندگی = زیبائش۔ اچھا معلوم ہونا۔

خلاص = رہا۔ آزاد۔ نجات۔

مایۂ دردسر = پریشانی کا سامان۔

دوختہ اش را نخشیدی = یہاں ش کی ضمیر نیم تنہ اور شعلہ خانم دونوں کی طرف رجوع ہو سکتی ہے۔ پہلی صورت میں معنی ہونگے "اگر وہ سلی ہوئی چیز آپنے عطا کی"۔ دوسری صورت میں معنی ہونگے "اگر شعلہ خانم کو سلی ہوئی چیز آپنے عطا فرمائی"۔ آخری معنی صاف ہیں۔

گیر بیفتادیم = عذاب میں پھنسے۔

گیر افتادن = پھندے یا بلا میں پھنسنا۔

گیر آوردن = قبضہ میں لانا۔ حاصل کرنا۔

گفتہ نگفتہ = اگر غلطی سے تم میری نہ کہنے والی بات کسی سے کہہ بھی دو پھر بھی تم مکر جانا کہ میں نے نہیں کہا۔

من چہ حد دارم = میری کیا مجال ہے۔

لائق ریش من است = کیا میرے جیسی داڑھی والے کو یہ بات زیب دے سکتی ہے۔

بارک اللہ = خدا برکت دے۔

دِہ برو = دور ہو۔ بھاگ جا۔

مُرَخّصی = مرخص اسم مفعول ہے رخصت سے۔ یعنی اب تمکو رخصت کیا۔ تمکو جانیکی اجازت ہے۔

پشت سر آں = اُسکے پیچھے۔

سوقات، سوغات = تحفہ۔ ہدیہ۔

از خسیسی = کنجوسی کیوجہ سے۔ بخل سے۔

مثل تاجر ہائے اصفہانی ..... میکشد = اصفہانی سوداگروں کی طرح بوجہ کنجوسی بوتل میں پنیر ڈال لیتی ہے اور روٹی کا ٹکڑا بوتل پر رگڑ کر کھاتی ہے تاکہ پنیر خرچ نہ ہو اور پنیر کے ساتھ روٹی کھانیکا نام بھی ہو جائے۔ ایسی ہی ایک کہانی ہندوستان میں مشہور ہے کہ ایک مکھی چوس بنیا بوتل میں گھی رکھتا تھا اور کھانیکے وقت روٹی کا ٹکڑا بوتل کی سطح پر رگڑ کر کھا لیتا تھا گویا گھی لگا کر کھا رہا ہے۔

حال ہمچہ شدہ است = اب یہ حالت ہو گئی ہے یعنی اب اسقدر فیاض ہو گئی ہے۔

شصت = ساٹھ۔

تومان = ایران کا ایک طلائی سکہ جو انگریزی سکہ میں آٹھ شلنگ کے مساوی ہے) اندازاً چھ روپیہ کے برابر ہوتا ہے۔

مگر = شاید۔

طفرہ زدن = بہانہ کرنا۔ باتیں بنانا۔

زباں گردانیدن = مکرنا۔ قول سے پھر جانا۔

مو بمو۔ لفظ بلفظ۔ من وعن۔

یواشکی = دبے پاؤں چپ چاپ۔

آں پیکے در = بازاری محاورہ ہے بجائے آن در۔

قائم شدہ = قائم شدن = سیدھا کھڑا ہو جانا عام طور سے اسکا استعمال چھپکر کھڑے ہو جانیکے لئے ہوتا ہے اور محاورہ میں خالی چھپ جانے کے لئے

چشم تیمور آقا روشن = لفظ روشن کے آگے باشد محذوف ہے۔ اسطرح فقرہ کے معنی دعائیہ ہو جائینگے مگر طنز کیسا تھ یعنی تیمور آقا کی آنکھیں روشن ہیں!

پیش چشمش قر بدہد = قر دادن = مٹکنا۔ ناز و انداز دکھانا۔

زنکہ = (زن کے بعد "ک" اور "ہ" لگا دینے سے تحقیر و تصغیر کے معنی پیدا ہو جاتے ہیں۔ جیسے کوئی حقارت کے ساتھ کہے "وہ عورت" عورت کی بچی۔

حرفِ مفت = فضول باتیں۔
نامربوط گفتن = بیہودہ بکنا۔
بباد دادن = برباد کرنا۔ رسوا کرنا۔
قباحت ہم خوب چیزیست = قباحت یعنی
کمینہ پن۔ یہ فقرہ طنزاً انہیں استعمال ہوا ہے۔
وزیر کہتا ہے "کمینہ پن بھی دنیا میں کوئی اچھی
چیز ہے؟" یعنی بری بات ہے۔ ایران میں
بچوں کو ادب آموزی کیوقت کہتے ہیں "قباحت
بفہم" یعنی "دیکھ یہ حرکت یا فعل اچھا نہیں ہے"
اصل ترکیب فقرہ کی یہ ہے۔
فہمیدن کہ قباحت چیست خوب چیزیست در دنیا
یعنی یہ سمجھنا کہ قباحت یا پاجی پن بھی دنیا میں
کوئی چیز ہوتی ہے، اچھی بات ہے۔ گویا دوسرے
الفاظ میں یہ معنی ہوئے کہ "دنیا میں شرم و حیا
بھی کوئی چیز ہوتی ہے؟
حیف نباشد! = شرم نہیں آتی؟
یکے ازیں جوانہا = دنیا میں کوئی جوان شخص
خوشگل = خوبرو۔ قبول صورت۔
رعنا = خوبصورت۔ حسین۔
دست می آوردم = ہم پہونچاتی (آشنائی
کرلیتی)
ہمہ = سب کے سب۔ تمام لوگ۔
چشمت را روے ہم گذاشتہ = آنکھیں بند
کررکھی ہیں۔
مثل کبک ... کردہ = چکور، تیتر، بٹیر، وغیرہ
خطرہ کیوقت اپنا سر کسی چیز کی آڑ میں چھپا لیتے
ہیں اور سمجھتے ہیں کہ انکو کوئی نہیں دیکھتا حالانکہ انکا تمام جسم
نظر آتا ہے۔ یہاں وزیر کو تشبیہا بنایا ہے کہ اگر
وہ نہیں دیکھتا تو دنیا تو دیکھتی ہے۔
در بیرون قلعہ = قلعہ کی فصیل کے نیچے۔
بیگ زادہ ہا = نوجوان شریف زادے۔
فرد رو = راستہ۔
بچہ حیلہ درست آوردہ است = معلوم
کس طریقہ سے پھانس لیا ہے۔
تازہ جوان دختر = نوخیز لڑکی۔
یکش = بھگت۔
ول کن = میرا پیچھا چھوڑ دے (ول = آزاد، رہا
بغیر بندھا ہوا۔)
لندلند کناں = بڑبڑاتی ہوئی۔ منہ ہی منہ میں
کچھ بکتی ہوئی۔
فاسق = یار، آشنا۔ چاہنے والا۔ (فاسق گرفتن =
کسی سے ناجائز تعلق کرنا۔)
احتمال کلی میرود = پورا شک ہوتا ہے۔
بہ دل بستگی نسبت دادہ = عشق و محبت سے
تعبیر کرے۔
چاہ ازبراش میکند = اسکے لئے کنواں کھودتی ہے

یعنی برائی چاہتی ہو۔
صرافت = خیال۔ (صرافت انداختن = کسی کے دل سے خیال دور کر دینا)
بایست شعلہ را ..... انداخت = لازم ہو کہ شعلہ کے دل سے یہ خیال نکال دیا جائے۔
حالی = آگاہ۔ واقف۔ (حالی کردن = آگاہ کرنا = معلوم کرنا۔ معلوم کرانا۔ جتانا۔ سمجھا دینا۔)
یک وجبی = ایک ایک بالشت کے۔ وجب = بالشت۔
از سر خود = اپنے دماغ سے۔ اپنے سر سے۔
شام و نہار = رات کا اور دن کا کھانا۔
ہر چہ میل دارید = جس چیز کو طبیعت چاہے۔
زقوم = کانٹے۔
باز سیرم = پھر بھی پیٹ بھرا رہیگا۔
غربال = چلنی۔ غربیل، غلبیر، کلبیر یہ سب غربال کی مختلف صورتیں ہیں اور سب کے معنی چلنی ہیں۔ یعنی وہ چیز جس سے آٹا وغیرہ چھانتے ہیں۔
طرف درب = دروازہ کیطرف۔
گوشۂ کمان غربال = چلنی کے حلقہ کا سرا۔
آخ و کردہ = منھ بنا کر تکلیف سے آہ آہ کر کے۔ کراہ کر۔
داد کشیدن = چلانا۔ چیخنا۔ فریاد کرنا۔
پدر سوختہ، پدر سگ ۔ ایران میں گالی دینے کے عام محاورے ہیں جسکے معنی اردو میں قریب قریب وہی ہیں جیسے "جہنمی کی اولاد! کتیا کے پلے"
فحش = گالی گلوچ۔ گالیاں۔ دشنام۔
دم صبح = تڑکے۔ علی الصباح۔
جارو کردن = جاروب کردن = جھاڑو دینا صاف کرنا۔
قرمساق = بھڑوا۔
صدا کن = آواز دے۔ بلا
توی اطاق = کمرہ میں۔ کمرہ کے اندر۔
بیخطر = بغیر خطرہ یا حادثہ۔
پسرہ = لونڈا۔ پسر میں ہائے ہوز کے اضافہ سے تصغیر و تحقیر کے معنی ہو گئے ہیں۔ ایک قسم کی گالی ہو۔
طویلہ = اصطبل۔
وا سیہ = بازاری محاورہ ہے صحیح لفظ واسطہ ہو بمعنی لیئے۔ واسطے۔
ہیچ عقلم نرسید = میرے خیال ہی میں نہیں آیا۔
الآن = فوراً۔
چوب و فلک = ایران میں سزا دہی کا معمولی طریقہ پا کوبی یعنی تلوؤں کو پیٹنا ہوتا ہے۔ طریقہ یہ ہے کہ ایک تلی جسکو فلک کہتے ہیں اور جو اندازاً ڈیڑھ گز لمبی ہوتی ہے لاتے ہیں۔ اسکے درمیان میں رسی کے دو پھندے ہوتے ہیں۔ مجرم کو پیٹھ کے بھل لٹا دیا جاتا ہے۔ اسکی ٹانگیں اٹھا کر دونوں ٹخنے پھندوں میں جکڑ دیے جاتے ہیں۔ اسطرح کہ تلوے اوپر کیجانب

ہوتے ہیں اور پنڈلیاں فلک پر رکھی ہوتی ہیں۔ فلک کو دو فراش زمین سے ایک گز کے قریب اوپر اُٹھائے رہتے ہیں۔ بعد ازاں چند لچکدار قمچیاں (بید کی) لائی جاتی ہیں جو ۳-۵ فٹ لمبی ہوتی ہیں اور خاص اسی غرض کے لیے پہلے سے پانی میں بھیگی رہتی ہیں۔ حکم ہوتے ہی دو سرے فراش مجرم کے تلووں پر قمچیاں مارنا شروع کر دیتے ہیں یہانتک کہ قمچیوں کے ٹکڑے اڑجاتے ہیں۔ انھیں قمچیوں اور ٹکٹکی کو چوبِ فلک کہتے ہیں۔ اس سزا سے اکثر لوگ مہینوں لنگڑے رہتے ہیں۔

بناکند = شروع کرتا ہے۔

تصدق بفرمائید۔ سر خان = خاں کے سر کا واسطہ مجھے بخشدیجئے۔ معاف کردیجئے۔

نفست بگیرد = خاموش رہ۔ سانس مت لے۔

قابانت = قربانت (جاہل ان پڑھ بولتے ہیں)

بقبر پدرت = آپکو اپنے باپ کی قبر کا واسطہ۔

غلط کردہ ام، با پدرم با مادرم = میں نے قصور کیا، میرے باپ نے قصور کیا میری ماں نے قصور کیا (یعنی میں نے قصور کیا میرے ماں باپ نے کیا)

خفہ شو = کمبخت! خاموش مردود!

خفہ کردن = پھانسی دینا۔ گلا گھونٹ دینا۔

تخم خر = گدھے کا بچہ۔

دستہ = گٹھا۔

پاہاش را فلک کنید = اس کے پاؤں ٹکٹکی میں باندھ دو۔

فلکہ = ٹکٹکی۔

واایستید = ہٹ جاؤ۔ الگ ہو جاؤ۔

تکلیف نوکران = ملازموں کی نوکری یا ڈیوٹی۔

بزانوم خوردہ = میرے گھٹنے میں لگا۔

کودن = احمق۔ جاہل۔ بیوقوف۔

پا شدہ = کھڑے ہوکر (پا شدن = کھڑا ہو جانا)

راہ بمری = رہنمائی کرے۔ انتظام کرے۔

سائرین = سب کے سب۔

مجلس دوم

منظورش = اُسکا مطلب یا مقصد۔

کفا یتش نمیکند = اُسکو کافی نہیں ہوتا۔ اُسکے لیے کافی نہیں ہے۔

غریب = عجیب۔ طرفہ۔

نزدیکان = رشتہ دار۔

بےجہت نگذاشتید = تمنے فضول اجازت ندی (بےجہت = بغیر سبب، دلیل، عذر)

ازین نیّت بیفائدہ بیفتد = اس فضول خیال کو چھوڑ دے۔

خیلے وقت است = مدت سے۔ بہت دن سے۔ عرصہ ہوا۔
پئے بہانہ میگردد = بہانہ ڈھونڈھ رہا ہے۔ عذر تلاش کرتا ہے۔
شور = مشورہ (شور کردن = مشورہ کرنا)
نامزد = منگیتر۔
چشم دوختہ = ڈورے ڈال رکھے ہیں۔ تاکا ہے۔
کفافش نمیکند = اسکو کافی نہیں ہے اسکو کفایت نہیں کرتا
مخل = خلل انداز۔
ادعا = دعویٰ۔ مطالبہ۔
درماندہ = مجبور۔ عاجز ہو کر۔
فرصت کند = موقعہ پائے۔
ہیچو خانہا = ایسے ایسے خان۔
من مرغے نیستم گوشتم را بخورند = میں مرغ نہیں ہوں جو کوئی میرا گوشت چٹ کر جائیگا۔
پیش خود آوردہ = اپنے پاس بلا کر۔
مرزایش کردہ = اپنا پرائیوٹ سکریٹری یا معتمد خاص بنالیا ہے۔
بیحرف = بغیر کچھ کہے سنے۔ فوراً۔
پیش افتادہ = آگے بڑھکر۔ ترقی کرکے۔
بحرف او نیست = اسکے کہنے سے نہیں ہو سکتا۔ اس کے حکم سے نہیں ہو سکتا۔
بہم زدہ = خراب کرکے۔ الٹ کرکے۔

میل ما = ہماری محبت۔
پارہ حرفہا = کچھ بات۔
لکاتہ = بالزادی۔ رنڈی۔ چھنال۔
ہار کردہ = دماغ خراب کردیا ہے۔
بسر من بفرستی = میرے پیچھے لگا دیا ہو۔
ایں روزہا = اس حال کو اس نوبت کو۔
تکان خوردہ = گھبرا کر۔ کانپ کر۔ (تکان دادن = جھٹکا دینا۔)
اے وائے = میری کمبختی ہو۔ ہائے کس بلا میں پھنسی
چہ خاک بسرم ریزم = اپنے سر پر کیا خاک ڈالوں ہائے کس کی جان کو روؤں۔
چہ زود = کسقدر جلد۔
نگذشت = موقعہ نہ ملا۔
اینجاہا = ان مکروہین۔
نوبہ = نوبت۔ باری۔
ترس = ڈر۔
شاط و شوط = بک بک۔ جھک جھک۔
کولی گری = بازاری پن۔ شوروغل (کولی ایک خانہ بدوش قبیلہ) اصطلاحاً بمعنی بدمعاش۔
اینحرف حسابی است = یہ بات تو خوب جنچی تلی قابل اعتبار ہے یعنی ٹھیک ہے۔
سرزدہ = منہ اٹھائے۔ سیدھا۔ اچانک۔
آسودہ باشید = مطمئن رہو۔ اطمینان رکھو۔

از کہ بترسم = کس سے ڈروں۔
آنوقت دیگر = پھر تب اس حالت میں۔
خر بیارو باقلی بار کن = گدھا لاؤ اور باقلا لادلیجاؤ۔ یعنی انتظام کرکے آؤ اور اپنا کام کر لیجاؤ۔
لوگونکی آنکھوںمیں خاک جھونک کر نساخانم کو نکال لیجاؤ۔
سرش را تو کردہ = اپنا سر کمرہ کے اندر ڈالکر۔
یکراست = سیدھا۔
تکلیف چیست = کیا کرنا چاہیئے۔
بلکہ = شاید۔ غالباً۔
سفرۂ سگ = کتے کا کھاجا۔ سفرہ = دسترخواں۔
دست پاچہ = گھبراکر (دست پاچہ شدن = ہاتھ پاؤں کی خبر نہ رہنا۔ گھبرا جانا)
اے بابام = اے میرے پیارے (بابا بمعنی باپ محاورہ میں محبت و پیار کے معنی میں بھی مستعمل ہی)
لنگان لنگان = لنگڑاتے ہوئے۔ لنگ کرتے ہوئے۔
از دولت سر شما = حضور کے اقبال سے۔ آپکے صدقہ سے۔
ابرو راچ کردن = تیوری پر بل آنا۔ تیوری چڑھانا۔
میلنگی = می لنگی۔ لنگ کرتے ہو۔ لنگڑا کر چلتے ہو۔
خدا بدندہد = خدا برا نتیجہ نہ پیدا کرے۔ خدا خیر کرے۔

مگو ومپرس = نہ کہو نہ پوچھو یعنے بس کچھ نہ پوچھو۔
یک قہوہ = ایک پیالی قہوہ۔
چہ کارے سرتان آمدہ = تپر کیا حادثہ گذرا۔
صحبت شد = گفتگو ہوئی۔ بات چیت ہوئی۔
عید ماہ روزہ = رمضان کی عید۔ عید الفطر
بچہ مچہ = چھوٹے بچے (اردو میں بھی یہ تکرار لفظی موجود ہی۔ جیسے کھانا وانا۔)
سالگی = عمر۔ معمّر۔ زیادہ عمر کا)
این قبیل کارہا = اس قسم کے کام۔
چارہ ندیدہ = کوئی علاج نہ دیکھکر۔ مجبور ہو کر۔
پاشدم = کھڑا ہو گیا۔
دست ہم گرفتیم = ہمنے ہاتھ ملائے۔ سلامی لی (دست ہم گرفتن = ہاتھ ملانا جیسے کشتی میں ہوتا ہے)
غیرت بمن زور آوردہ = غیرت کی وجہ سے مجھ میں زور آگیا۔
پیش لنگ کشیدم = اڑنگے پر چڑھا لیا۔ میں نے ٹنگڑی لگائی۔
اینقدر شد = اسقدر بری حالت ہوئی۔
ساعت = گھنٹہ۔
حال آمد = ہوش آیا۔
بچۂ مردم = پرایا بچہ۔

ہنرت را بمن نشان دہی = اپنے ہنر کا مجھسے ذکر کرو۔

کول گرفتن = شانہ پکڑ کر یا کندھے پر ڈالکر لیجانا (کول بمعنی شانہ)

خودداری = ضبط۔

پق میخندد = قہقہہ لگاتا ہے۔

ماتش میبرد = حیران و ششدر رگیا دم بخود ہوگیا

مات = متحیر حیرت۔

اوضاع = جمع وضع ۔ معاملہ۔

ویل کن = چھوڑدے۔

پاچہ = پائنچہ ۔ ٹانگ۔

پکاس پہن شدہ = کپڑوں کی گٹھری کی طرح پھیل کر۔

لوند = خراب عورت ۔ کسبی ۔ رنڈی۔

بمن چہ دخل دارد = مجھسے کیا تعلق ؟

زباں ریزی مکن = زباں درازی مت کر۔

ہرزہ گیہا = بیہودگیاں۔

خدمت شما میرسم = میں تمکو سزا دونگا۔ ٹھیک بناؤنگا۔

ہیزی کردم ؟ = کیا میں نے زنا کیا ہے ؟ اغلام کرایا ہے۔

فاسق گرفتم = کیا میں نے غیر شخص سے ناجائز تعلق کرلیا ہے۔

سلیطہ = بدزبان باجی عورت۔

گردن کلفتے = موٹی گردن والا (کلفت = موٹا)

آدم بیگانہ = غیر مرد۔

کولی = بدمعاش عورت ۔ کسبی۔

نامحرم = غیر آدمی۔

پا باندازۂ گلیم دراز کردن = چادر کے موافق پاؤں پھیلانا ۔ اپنی حیثیت کے مطابق کام کرنا گلیم بمعنی کمبل۔

نان خور = روٹی کھانے والی ۔ ٹکڑوں پر پلنے والی۔

صحبت کناں = باتیں کرتے ہوئے۔

از آن سر = اس طرف سے۔

رو واز = کھلے منھ ۔ بلا نقاب۔

تاملے کردہ = سکوت کرکے ۔ خاموش ہوکر۔

ول گفتن = خرافات بکنا ۔ بیہودہ باتیں کرنا۔

ور زدن = بک بک کرنا۔

مردکہ = مردک (کہ تصغیر و تحقیر کا ہی)

خوش گذرانی = لطف کیساتھ وقت گذارنا۔

بیخیال = بغیر کچھ خیال کئے۔

بیخبر = بغیر اطلاع۔

در بروند = باہر نکل جائیں ۔ (در رفتن = باہر نکل جانا)

عیش و نوش = مزے۔ لطف (نوش = شہد)

فرصت گیر = موقعہ پاکر۔

عقلت رابسرت جمع کن = اپنا دماغ صحیح کرو۔

گول خوردن = فریب کھانا۔ دھوکا کھانا۔

پیشِ خود میسازی = جھوٹ بولتی ہو اپنی طرف سے گڑھتی ہو۔

اسم خودت راسرِ من میگذاری = اپنے کرتوت میرے سر تھوپتی ہو۔

دست کار قلم بدہی = تو خود کو نیک اور پارسا بنائے۔

ریز ریز = پارہ پارہ۔ ٹکڑے ٹکڑے۔

رفیقت = تیرا یار۔ تیرا آشنا۔

کذابی = جھوٹ بولنا۔ دروغگوئی۔

راستش = اس معاملہ کی حقیقت۔

بمرگِ خودت = تمھاری جان کی قسم۔ میں قسم کھاتی ہوں کہ اگر میں جھوٹ بولوں تو تم مرجاؤ یعنی میں بیوہ ہوجاؤں۔

فنجان = پیالی (چائے کی)

نیم سوز = اُسی قسم کی گالی ہے جیسے پدر سوختہ۔

حوصلہ = دل و دماغ۔ حوصلہ کردن = ہمت کرنا ضبط کرنا۔

الآن = فوراً۔

عقب کشیدہ = پیچھے ہٹکر۔

ریختۂ قہوہ = گرا ہوا قہوہ۔

از سر رخت = اپنے کپڑوں پر سے۔

پاک کند = صاف کرے۔

اسپ قرمز و جبۂ کہر = سُرخ گھوڑا اور مُرنگ کوٹ (پریشانی کی وجہ سے اُلٹی بات کہتا ہے)

بکشند بیروں = باہر نکالیں۔

کار غریبے دوچار شدیم = عجیب معاملہ پیش آیا۔

راستی = کیا تم سچ کہتی ہو۔

چہ چی میگوئی = کیا کہتی ہو۔ (چی مخفف ہے چیز کا)

کہ جان مرا خرید = کہ میری جان مول لیلی یعنے اسکی وجہ سے میری جان بچگئی۔

خلاصی = رہائی۔

نترس = ڈرنیکی ضرورت نہیں۔ اندیشہ نہ کرو۔

اما بایست اینطور نشود = مگر لازم تو یہ تھا کہ معاملہ اسطرح واقع نہوتا۔

مطلب مطول خواہد شد = معاملہ طول کھینچیگا۔

ننہ جاں = اماں جاں۔ (پیار کا خطاب ہے)

درِ خانہ = (مکان کی) ڈیوڑھی۔

مجلس سوم

طالار: = ایک وسیع دالان، کمرہ یا ہال جو دیوانخانے میں صحن کی جانب ایک بلند مقام پر بنا ہوتا ہے

جہاں خان یا حاکم مسند نشین ہوتا ہے۔ چھوٹے پیمانہ پر اُسکو دربار عام کا بڑا کمرہ سمجھنا چاہیے۔ طالار کی چھت متصلہ کمروں کی چھتوں سے بلند ہوتی ہے۔

اَعیان = شرفاء۔

منتظر احضار ند = طلبی کے منتظر ہیں۔

سُمتِ پائیں = نیچے کی جانب۔

دلم باز بشود = میری طبیعت شگفتہ ہو جائے۔

اُوتکہ = کشتی۔

رود خانہ = دریا۔ ندی۔

آب بدہم = پانی پلاؤں۔

دررفت = چھوٹ گیا۔

جِلو = سامنے۔

خوردہ = لگ کر۔

کور کرد = آنکھ پھوڑ دی۔

دیگر بکارِ من نمیخورد = اب میرے کام کا نہیں رہا۔

تاوان = معاوضہ۔

مُجادِلہ = لڑائی جھگڑا۔

عمداً = دانستہ۔ جان بوجھ کر۔

پوچ گفتن = بیہودہ بکنا۔

اَلسِّنَّ بِالسِّنِّ وَالْعَیْنَ بِالْعَیْنِ وَالْجُرُوحَ قِصَاص = دانت کے بدلے دانت آنکھ کے بدلے آنکھ اور زخموں کا انتقام۔ خان آیت قرآنی پڑھ کر اپنی قابلیت اور قرآن دانی کا اظہار کرتا ہے حالانکہ اس موقعہ پر آیت مذکور کا اطلاق نہیں ہوتا۔

بازحمت = تکلیف دہ۔

وارسی کنم = تحقیقات کروں۔ (وارسی کردن = جانچ یا تفتیش کرنا)

اجرِ زحمت شما است = آپکی جانفشانیوں کا انعام ہے

عیال = بال بچے (خاندان۔ بیوی)

قربونت = قربانت۔ یہ شخص خاص لنگرانی فارسی بولتا ہے۔ حرفوں کے تغیر کے علاوہ اسکی زبان میں بعض الفاظ کے اندر حرفوں کا حذف بھی پایا جاتا ہے جیسے برارم بجائے برادرم۔ حکیمہ بجائے حکیم است وغیرہ۔

برارم = برادرم۔ میرا بھائی۔

ناخوش = بیمار۔ علیل۔

بو = بود۔ تھا۔

بیا = آدمی (صوبہ کی مقامی بولی ہے)

حکیمہ = حکیم است = حکیم ہے۔

سہ تمانش = سہ تومان اش = اُسکو تین تومان۔

بالائے سر = سرہانے۔

چاق کند = تندرست کردے۔ اچھا کردے۔

خونش گرفت = اُسکی فصد لی۔

بیموت = ظالم (اصل میں بے مُروت ہے)

لامحالہ = لازمی طور پر۔

پسم بدہ = مجھ کو واپس دے۔

ہیچ = بالکل۔ قطعی۔ کچھ نہیں۔

ادعائے = دعویٰ۔ مطالبہ۔
استسقاء = جلندر ایک بیماری جسمیں انسان کا جسم پھول جاتا ہے۔
ششماہ دیگر = اور چھ مہینہ تک۔
تعارف بدہد = عنایت کرے۔
دیوان اینہا = ان لوگونکا انصاف۔
چہ نحو = کس طرح۔
قطع دعویٰ شود = تاکہ دعوی کا فیصلہ ہو جائے۔
طائفہ = جماعت۔ طبقہ۔
بکار مردم خورند = لوگونکے کام آتے ہیں۔
حاذق = ہوشیار۔ دانشمند۔
یکدانہ چوخا = ایک عدد چغہ۔
نفس زنان = ہانپتا ہوا۔
زمین میگذارد = زمین پر ڈالدیتا ہے۔
بس است = کافی ہے۔
سزاوار = لائق۔ قابل۔
سر خودم را بر دارم = اپنا سر یعنی منہ اٹھا کر چلے جانے کے لئے۔
بے واہمہ = بیخوف۔ نڈر۔
مثل من آدمی = مجھ جیسا آدمی۔
قصد عیالش را مینماید = اسکی بیوی کی عصمت دری کا ارادہ کرتا ہے
یعنی چہ = اسکے کیا معنی۔
نمک تو کور م کند = تمھارا نمک پھوٹ پھوٹکر نکلے تمھارا نمک مجکو اندھا کرے۔

نکاتم دادہ = مجھکو جھٹکا دیکر۔
صدا کن اینجا = یہاں بلالاؤ
درین باب = اس معاملہ مین
آرام بگیر = مطمئن رہو۔ چین سے بیٹھو۔
دیوانی بکنم = میں انصاف کرونگا۔
سلف = قدیم زمانہ۔
اقربا = رشتہ دار۔ عزیز۔
خلفا = جمع خلیفہ۔
بازخواست = بازپرس۔ سزا۔
مقربان = خواص۔ درباری۔
انیست = یہ وجہ ہے۔
بسر وردہ بود = زمانہ گذرنیکے بعد دیکھا کہ جمع ہو رہا ہے
قمہ = چھوٹی تلوار۔ لمبا چاقو۔
در مثل تو = تجھ جیسے شخص کیوجہسے۔
نادرست = نالایق۔ بدچلن۔
جوالاغی = بدمعاش۔ آوارہ۔
طناف = طناب۔ رسّی۔
بیندازید شال را = شال ڈالدو۔ ایران میں قتل کرنیکا طریقہ پھانسی ہے۔ جو بہت آسان ہے۔ ایک رسّی یا وہ شال جو اکثر کمر میں باندھتے ہیں مجرم کے گلے میں ڈالدیتے ہیں۔ دو فراش رسّی یا شال کے دونوں سرے پکڑکر اپنی اپنی طرف کھینچتے ہیں جتنی کہ آدمی مرگھٹکر مرجاتا ہے
شال ترمہ = کشمیری شال۔

ترمہ = کشمیر
لوطی = مسخرا۔ بھانڈ۔ بدمعاش۔
بخاک میاُفتند = زمین پر گر پڑتے ہیں۔
الحاح = منت وخوشامد۔
یکدانۂ مادر است = اپنی ماں کا اکلوتا بچہ ہے۔
طپانچہ = تپنچہ۔
گیر و دار = شور وغل۔ گڑبڑ۔ گھبراہٹ۔
سُراغ کردہ = پتہ لگا کر۔
دلِ خودم ہم بجانمی آید = خود میرے دل کو بھی چین نہ آئیگا۔
قصاصِ تو بہ زمین نخواہد ماند = تیرا عوض ضرور لیا جائیگا۔ یعنی تیرا انتقام اسی دنیا میں سے لیا جائیگا

مجلس چہارم

نگرانی = فکر و تشویش۔ انتظار۔ امید۔
کارشاں بکجا رسید = معلوم انکا کیا حال ہوا۔
در حقِ تیمور آقا = تیمور آقا کے خلاف۔
خفہ کند = پھانسی دیدے۔ گلا گھونٹ کر مار ڈالے۔
مامور = امر سے اسم مفعول یعنی حکم دیا گیا۔ تعینات۔ مقرر۔
ادم اُفتادہ = لوگ ادھر ادھر پھیل کر۔
غُصّہ = رنج و غم۔
برپا = کھڑا ہو۔
بنائے گذاردہ = ابتدا کی ہے۔ بنا کردن۔ بنا گذاردن۔
شروع کرنا۔
نمک بحرامی = دغا بازی۔
بنائے نمک بحرامی گذاردہ = نمکحرامی کرنا شروع کردی ہے۔
خودَمرا = خودم را۔
آمد و شُد = آمد و رفت۔
بکمینِ ما = ہماری گھات میں۔
کنار کشتی = علیحدہ ہو جاؤ (کنار کشیدن = الگ ہو جانا ہٹ جانا اور چھپ جانا)
بخاطرِ خدا = خدا کیلئے۔
خودت را موجِ خون نزن = خود کو خاک و خون میں غلطاں نہ کرو۔ اپنے ہاتھوں اپنی جان نہ دو۔
ترا بقبرِ پدرت = تمکو قسم ہے تمہارے باپ کی قبر کی۔
ہرگز = کبھی نہیں۔
ثانیہ = منٹ۔
صحبتے بکنم = باتیں کروں۔
دلتان ہا متوجہ باشد = دل سے متوجہ ہو۔ تم میری طرف توجہ کرو۔ میری بات دل سے سنو۔
خواہرِ زن = سالی۔
بتانی و آرامِ قلب = سہولت و اطمینان قلب سے
تدارُک = انتظام۔
بکن انگشت = اپنی انگلی میں پہن لو۔
از بابتِ نصیحت = نصیحت کے طور پر۔
ترش = سخت بات۔

فرضاً = مثلاً۔ فرض کرو۔

اینہا کار من کہ نیست = یہ کام ہمارے کرنے کے نہیں ہیں۔

دردت بجانم = بلائیں لوں۔ تمہارا دکھ درد مجھکو ہو جائے۔

گوشت بمن باشد = گوش تو بمن باشد = میری طرف کان لگاؤ، غور سے سنو۔

ہیچ مجال نداشتم = قطعی فرصت نہ ملی۔

فالگیر = رمال۔ فال نکالنے والا۔

دعا بگیرم = تعویذ لوں یا لکھاؤں۔

سمنو = دلیا۔ لپسی۔

سہ برابر سر وزیر = وزیر کے سر کے وزن کا تگنا۔

بخش کنی = تقسیم کردو۔

مادام کہ = جبتک۔

بکشی = تولو تم۔

یادم داده = مجھکو بتایا، سکھایا،

ظرفِ گودی = گہرا برتن۔

بایست سر شما گذاشت = تمہارے سر پر رکھدینا چاہیے۔

کیلہ = پیمانہ۔

بادیہ = بڑا برتن۔

مضائقہ = انکار۔

نحو = طریقہ۔

دماغم خورد شد = میرا بیجا دبا۔ میری ناک کٹی۔

یواش = آہستہ سے۔

واجب = ضروری۔

نرنج = غصہ نہ کرو۔ ناراض نہو۔

دقیقہ = سکنڈ۔ لمحہ۔

تلاش میکنیم برائے شما = تمہارے لئے فکر کرتے ہیں

آما دیگر = اچھا اب کیا کریں۔

حیاط = صحنِ مکان۔ احاطہ مکان۔

دست نگہدار = ہاتھ روک۔

حوصلہ بکن = ضبط کر۔

ماچہ حد داریم = ہماری کیا مجال۔

ترک ادب = گستاخی۔

فرمائش = حکم۔

قوه = قوت۔ ہمت۔ جرأت۔

ہیچ اینہا لازم نیست = ان باتوں کی کوئی ضرورت نہیں ہے۔

خاطر جمع = مطمئن حالت میں۔ بغیر غصہ کے۔

عہده گرفتہ است = وعدہ کرلیا ہے۔

کارے بشما کند = تمہارے ساتھ کوئی خراب بات کرے۔ تمکو کوئی نقصان پہونچائے۔

او کے سر قول خود ایستاده است = وہ اپنے قول پر کب قائم رہ چکا۔

آدم = کوئی شخص۔

باور = یقین۔
حرف جانست کہ گفتم = بس جو کچھ میں کہہ چکا وہی ہوگا۔
بادِ مخالف وزیدہ = خلاف ہوا چلی۔
قائق = کشتی۔
وارونہ گشتہ = اُلٹ گئی (وارونہ گشتن = اُلٹ جانا)
دوست داشتن = محبت کرنا، چاہنا۔
رضا = اجازت۔
آرزوہائے دور و دراز = تمنائے فضول، خیالِ خام
آن غیر مرحوم = اُس شخص کو جسپر خدا کی رحمت نہو
تیمور آقا بوجہ ناراضی اپنے چچا کا نام نہیں لیتا۔
مسلمان اگر مر جاتا ہے تو اُسکو مرحوم کہا جاتا ہے یعنی
وہ جسپر خدا نے رحم فرمایا ہو۔ مگر تیمور آقا اپنے چچا سے اسقدر
ناراض ہے کہ وہ اُسکو غیر مرحوم کہتا ہو۔
ولیکن اتفاق .... باطل = مگر اتفاقاتِ زمانہ
انسان کے منصوبوں یا تدابیر کو خاک میں ملا دیتے ہیں۔
باطل = غلط۔
بمقتضائے عدالت = بخیالِ عدل و انصاف
مکافاتِ عمل = افعال و اعمال کی جزا و سزا۔
محققاً = تحقیق کر کے۔
راستکاران = نیکوکار، نیک چلن لوگ۔
رستگار = آزاد۔
عکس مرادِ شما = تمھاری تمناؤں کے خلاف۔

بنا بر بدرفتاریہا = بد چلنی کی وجہ سے۔
بروز = دن کے وقت۔ علی الاعلان۔ کھُلم کھُلا۔
شغل وزارت = عذارت کا کام۔
رجوع کنم = دوں۔ سپرد کروں۔
عمل سابق = پہلا کام۔ عہدہ سابق۔
باقی بگذارم = رہنے دوں۔ قائم رکھوں۔
بکارِ مردم رسیدگی = لوگوں کی خدمت کرنا۔
خانوادہ = خاندان۔ گھرانا۔
مادام الحیات = زندگی بھر، تمام عمر۔
حقِ توقع = امید رکھنے کا استحقاق۔
مداخلہ = دخل کرنا۔ نوکر رکھنا۔
مردمانِ بے اطلاع = نادان لوگ۔ نالائق۔
غیر کافی = نااہل۔ ناقابل۔ ناتجربہ کار۔
خلع = برطرف کرنا۔ علیحدہ کر دینا۔ برخاست کرنا۔
رشوہ = رشوت۔
عادتِ طبیعی = فطرتِ ثانیہ۔ جبلی عادت۔
جلبِ منفعت = حصولِ نفع۔ فائدہ اُٹھانا۔
دخیل کردن = انتظام سپرد کرنا۔ کام دینا۔
علی الحساب = درحقیقت۔ واقعی۔ بہرحال۔
مجالِ گفتگو = بات چیت کرنیکی ضرورت۔
دست بکار شدن = کام میں مشغول ہو جانا۔
لازمہ = سامان جہیز وغیرہ۔
دستور العمل زفاف = رسم شادی، رسم مباشرت

ننہ = ننہ ام ۔ امان جان ۔
باجی = بڑی بہن ۔
ماذون = اذن یافتہ ۔ اجازت یافتہ ۔
چاپ کردن = طبع کرنا ۔ چھاپنا ۔

چند ضروری باتیں

گلستان، بوستان، شاہنامہ اور سکندر نامہ وغیرہ کی قدیم درسی کتابوں کی فارسی سے ان تمثیلات کی فارسی بالکل مختلف ہے۔ اس میں وہ زبان استعمال کی گئی ہے جو طہران اور اُسکے گرد و نواح میں عام طور پر بولی جاتی ہے۔ زبان سادہ، عام فہم، رواں اور سلیس ہے جدید فارسی کی بعض خصوصیات قابل توجہ ہیں۔

۱ ۔ ذی روح اور غیر ذی روح اسما کی جمع عموماً ہا سے بنائی جاتی ہے۔

۲ ۔ جمع کی ضمیروں کے بعد بھی بطور مزید تاکید کے علامت جمع کا اضافہ ہو جاتا ہے۔

۳ ۔ ترکیب اضافی میں مضاف الیہ کے بعد علامت جمع کا استعمال کیا جاتا ہے۔

۴ ۔ بمقابلہ ضمائر منفصل، ضمائر متصل زیادہ استعمال کی جاتی ہیں ۔ اگر اسم کے بعد حرف علت ہو تو ضمیر متصل لگانے میں پہلے "ی" لگانے کی ضرورت نہیں سمجھی جاتی ۔

۵ ۔ بولنے میں "کہ" بیانیہ اور صلہ، حروف جر اور عطف اکثر محذوف ہو جاتے ہیں ۔ جیسے عیب ندارد قدرے کشاد بدو زنند ۔

۶ ۔ حرف شرط کے بجائے اور بغرض تاکید اکثر "کہ" استعمال کرتے ہیں ۔ جیسے آنجا کہ بدہم بدو زنند بیان کہ بمعنی اگر استعمال ہوا ہو ۔

۷ ۔ اسمار سے صفت کا بھی کام لیا جاتا ہے۔

۸ ۔ صفت اور اسم دونوں کیساتھ "ک" تصغیر مستعمل ہے۔

۹ ۔ فعل امر اور مستقبل کے بجائے اکثر فعل حال مستعمل ہے۔ جیسے می رہی بزرگر ۔ دو کمہ سکینند ۔ می دوند نمہ تم کسی سنارکو دوڑگے ۔ دو بو نام بنادیگا ۔ ٹانک دیگا ۔ بر خیزم بر جرم پیش خان اب میں اٹھونگا اور خان کے پاس جاؤنگا ۔

۱۰ ۔ فعل حال کے بجائے اکثر فعل ماضی استعمال ہوتا ہے جیسے من دیگر مثل تو ہم نخواستم ۔ اب مجھکو تجھ جیسے آدمی کی ضرورت نہیں ہے۔

۱۱ ۔ کبھی کبھی اسم مفعول سماعی کے بعد بغرض تاکید "شدہ" لگا دیتے ہیں۔

۱۲ ۔ ایک ہی جملہ میں واحد کیلئے ضمیر واحد جمع دونوں مستعمل ہیں

۱۳ ۔ فاعل واحد کے ساتھ فعل واحد اور جمع دونوں استعمال ہوتے ہیں ۔

۱۴ ۔ من کے بجائے اکثر "بندہ" بولتے ہیں اور اسی لئے فعل متکلم اسکے لئے لاتے ہیں۔

ختم شد

اعلان

قیمت فی جلد...... عہ...... علاوہ محصول ڈاک

ملنے کا پتہ

آسی پریس محمود نگر۔ لکھنؤ

انتخاب قصائد قاآنی (مجوزہ جامعہ لکھنؤ) بھی مع شرح زیر طبع ہے۔ اس مطبع سے ہر قسم کی اردو، فارسی، عربی، کتابیں بکفایت مل سکتی ہیں۔

تاجروں کے لیے یکمشت خریداری پر اس مطبع کی مطبوعات پر خاص رعایت ملحوظ رکھی جاتی ہے۔

جواب طلب امور کے لیے ایک آنہ کا ٹکٹ ضروری ہے۔

محمد عبد الباقی مدیر مطبع